Regd No. LW/NP 53
Phone [illegible]
TAMEER-E-HAYAT
Fortnightly
(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

ایک خصوصی اپیل

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمی ومحترمی!

اس وقت کچھ اہم اور فوری ضروریات کی طرف آپ حضرات کی توجہ مبذول کرانا ہے، جو اس وقت دارالعلوم کو درپیش ہیں۔ ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن تعلیمی کے بعد ذمہ داریاں قدرتی طور پر پہلے سے کہیں بڑھ گئی ہیں، نہ صرف داخلہ کے خواہشمند طلبہ بلکہ اندرون وبیرون ملک کے مہمانوں کی تعداد میں بھی روز افزوں اضافہ ہے۔

اس کے علاوہ دارالعلوم میں نئے شعبوں کا قیام، نئے کاموں کا آغاز اور نئے دفاتر کے لئے بھی مختلف تعمیری کاموں اور طلبہ کے لئے مناسب اقامتگاہوں کی فوری ضرورت ہے، اور ہماری خواہش ہے کہ یہ کام یا اس کا بڑا حصہ ہمارے دینی بھائیوں کے ہاتھوں انجام پائے اور ہم کو اس سلسلہ میں باہر کی طرف زیادہ نہ دیکھنا پڑے۔ آپ حضرات میں سے جو جشن تعلیمی میں شریک تھے، ان کو یاد ہوگا کہ میں نے اجلاس کے تیسرے روز اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہوئے یہ عرض کیا تھا کہ: "یہ سونے کی چڑیاں اُڑ جائیں گی، ہم اور آپ یہاں رہیں گے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب آپ کو چھٹی مل گئی، ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں، ہمارے سفیر آپ کے گھروں پر جائیں گے، آپ کی دکانوں پر جائیں گے۔ آپ کے چار آنے اور آٹھ آنے ہم کو عزیز ہیں، یہ جو کچھ دیں گے وہ اس دولت کا ہزارواں حصہ ہوگا جو خدا نے ان کو دیا ہے۔ جو آپ دینگے وہ آپ کے گاڑھے پسینے کی کمائی ہوگی"۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ: "یہ ہمارے کریم النفس بھائی ہیں اگر یہ کچھ پیش کرتے ہیں تو ہم انکار نہیں کر سکتے۔ یہ خدا کی نعمت ہے، خدا کی نعمت کو ٹھکرا نہیں سکتے، مگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم انکے دست نگر ہیں اور ہمارا طرز عمل بدل جائے گا اور ہم اپنے اس مقام ودعوت کو چھوڑ دیں گے۔ ایسا نہیں ہے۔ انشاء اللہ اس کے بعد جو پہلا سفر اب بھی ہوگا اس میں وہی ہمارا لہجہ ہوگا وہی ہماری زبان ہوگی اور وہی ہمارا عقیدہ اور دعوت ہوگی"۔

خدا کا شکر ہے کہ ہم ان بیش قیمت اصولوں کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں، ہمارے نزدیک مالیات، بجٹ اور عظیم الشان عمارتوں سے زیادہ وہ مقصد عزیز ہے جس کے لئے یہ دارالعلوم قائم کیا گیا ہے، یعنی جدید زمانہ میں اسلام کی موثر اور صحیح ترجمانی، دین ودنیا کی جامعیت اور علم وروحانیت کے اجتماع کی کوشش، فتنۂ لادینیت اور ذہنی ارتداد کا مقابلہ، اسلام پر اعتماد اور علوم اسلامیہ کی برتری وامتیاز کا اعلان واظہار، دین حق سے وفاداری اور شریعت پر استقامت۔

اس وقت دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ ملیشیا، ابوظبی، ساؤتھ افریقہ وغیرہ کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں، ملکی وغیر ملکی طلباء کی تعداد برابر بڑھتی جا رہی ہے، تقریباً سوا تین سو غیر مستطیع طلباء کے وظائف (اسکالرشپ) پر تقریباً ۲ لاکھ روپئے صرف ہو رہے ہیں۔ حضرات مدرسین واسٹاف کی تعداد ۸۰ سے زائد ہے، مجموعی مصارف سالانہ علاوہ تعمیرات تقریباً ۸ لاکھ ہیں۔ اس سال جدید طلبہ کے اضافہ کے باعث رہائش گاہ (ہوسٹل) کا مسئلہ سخت پیچیدہ ہو گیا ہے، اس لئے فوری طور پر ایک جدید دارالاقامہ اور اساتذہ کی رہائش گاہوں کی تعمیر کرنا از بس ضروری ہو گیا ہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمات میں ان اہل خیر حضرات کا بڑا حصہ ہے جو اس اہم کام کو اپنی ذاتی ضرورت سمجھتے ہیں، اور وقتاً فوقتاً حسب استطاعت اعانت فرماتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس تعاون کو قبول فرمائے۔ اس لئے ہماری گذارش ہے کہ اس وقت تعمیرات کی طرف فوری توجہ فرمائیں اور اپنے ناموں سے یا اپنے مرحوم اعزا کی طرف سے ایصال ثواب کے لئے طلبہ کی رہائش گاہیں تعمیر کرائیں، یہ ایک بڑا صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ایک جدید دارالاقامہ اور اس سے متعلق ضروری عمارتوں کا نقشہ تیار کرا کر داخل کر دیا گیا ہے اور انشاء اللہ نقشہ کے پاس ہوتے ہی اس کا کام شروع کر دیا جائے گا، اس جدید دارالاقامہ میں طلباء ملکی وغیر ملکی دونوں کی رہائش کا انشاء اللہ معقول انتظام ہوگا۔ اس کی عمارت انشاء اللہ تین منزلہ ہوگی۔ دارالاقامہ کے ایک کمرے پر دس ہزار روپئے صرف کا تخمینہ ہے، یہ کمرہ ۱۶ × ۱۱ فٹ کے ہیں اور ان کے سامنے ۱۶ × ۸ فٹ کا برآمدہ ہے، ہر کمرہ میں چار طلبہ کے رہنے کی گنجائش ہوگی۔ اس کے علاوہ کتب خانہ اور اسٹاف کے رہائشی مکانات وغیرہ کی فوری تعمیر کا انتظام بھی شروع کر دیا ہے۔ (طلبہ کے لئے نئے سہ منزلہ ہوسٹل کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا ہے، اس کی پہلی منزل کی تکمیل انشاء اللہ ماہ شوال تک ہو جائے گی)۔

یہ حقیقت قابل توجہ ہے کہ مسلمانوں کی ہر فلاح وبہبود ان کے اس دین سے وابستہ ہے جس کو لے کر حضور اکرم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ مسلمان جس قدر اس حقیقت کی طرف توجہ کریں گے اور جس قدر دینی کاموں میں دلچسپی اور بلند ہمتی سے حصہ لیں گے، اسی قدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی حفاظت و کامیابی کا فیصلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم" اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی توفیقات خاص سے نوازیں اور اپنے دین کی نصرت وحمایت کی دولت سے سرفراز فرمائیں۔

خاکسار ابوالحسن علی ندوی

تعمیر حیات
پندرہ روزہ

روزہ اور انسان کے مقصد زندگی کی تکمیل اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کی تشکیل

نبوّت نے تاریخ انسانی کے مختلف وقفوں اور کرۂ ارض کے مختلف حصوں میں اس انسانیت کی چارہ سازی کی جو انتہا پسندانہ مادیت اور حیوانی بغاوت کی زد میں آکر ہلاکت سے قریب پہونچ چکی تھی، اس نے اخلاق وروحانیت، لطیف احساسات اور نفس کے مارے اور مادیت کے کچلے ہوئے مفلوج اور نیم جاں دل کو معدہ کی قساوت اور خواہشات کی آلودگی سے پاک وصاف کیا اور اس کو اس مقصد زندگی کی تکمیل کے لئے نئے سرے سے تیار کیا جس کو "عبادت" کہا جاتا ہے۔

اس کو اس کمال انسانی سے آراستہ کیا جس کو "ولایت" کہا گیا ہے، اور اس منصب اور مشن کی تکمیل کے قابل بنایا جس کی خاطر اس کو دنیا میں اتارا گیا ہے اور جس کو "خلافت" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یہ وہ کام ہے جو نہ تنہا فرشتوں والی روحانیت سے انجام پا سکتا تھا، نہ بہائم والی مادیت سے۔ اس کے لئے ہر سال ایسے روزہ کا انتظام کیا گیا جو معدہ پرستانہ مادیت میں کسی قدر تخفیف کر سکے، زندگی کے کھوئے ہوئے نشاط، تازگی اور قوت کو دوبارہ واپس لا سکے اور اس کے اندر ایمان اور روحانیت کی اتنی مقدار داخل کر سکے، جس کے ذریعہ زندگی کے اعتدال وتوازن کو برقرار رکھنا ممکن ہو، نفس کی ترغیبات کا مقابلہ اور پرخوری کے مفاسد کا سدباب ہو سکے، انسان کچھ وقفہ کے لئے اپنے اندر اخلاق الٰہی کا کسی قدر عکس اُتار سکے اور اس میں سے کچھ حصّہ پا کر سرفراز وسرخرو ہو سکے، ملائکہ اور ملأ اعلیٰ سے اس کو نسبت حاصل ہو، روح اور قلب کی پُرفضا وسعتیں اور آسمان وزمین کی سلطنتیں اس کی جولان گاہ ہوں اور اس کو وہ نئی لذّت حاصل ہو جو انواع واقسام کے کھانوں یا ہر وقت کھاتے رہنے اور آخری حد تک پیٹ بھر لینے کی لذّت سے بہت بلند، لطیف، حقیقی اور دائمی ہو۔

(مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی)

لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۱۴ | ۱۰ اگست ۱۹۷۷ء ——— ۲۵ شعبان ۱۳۹۷ھ | شمارہ ۱۹

زر سالانہ اندرون ہند مع محصول ڈاک:
سالانہ: ۱۲ روپے ششماہی سات روپے
فی پرچہ: ۶۰ پیسے
بیرون ہند مع محصول ڈاک:
بحری ڈاک سے: ایک پاؤنڈ شلنگ
ہوائی ڈاک سے، امریکہ و کناڈا اور یورپین ممالک: ۳ پونڈ
افریقہ، مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید کے ممالک: ۲½ پونڈ
پاکستان: ۳۰ روپئے
بنگلہ دیش: ۱۵ روپئے

اسحٰق جلیس ندوی

جس کا انتظار تھا

ماہ رمضان المبارک جس کے لئے اللہ کے نیک بندے چشم براہ رہتے ہیں، جسے تقویٰ و تواضع، غمخواری و مواسات، رحمت و برکت، ذکر و تلاوت، دعاء و مناجات کی فصل بہار کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں پھر نصیب فرما رہے ہیں، خوش نصیب ہیں خدا کے وہ بندے جو اس ماہ مبارک کا انتظار اور اس کے استقبال کی تیاری ماہ شعبان ہی سے شروع کر دیتے ہیں، جو اپنے ذہن و قلب، اعضاء و جوارح، اپنے نظام الاوقات کا ایک ایک لمحہ اور اپنے حرکت و عمل کی ہر چھوٹی بڑی مقدار کو اس بابرکت مہینہ میں خالص رضائے الٰہی کے لئے یکسو کر دیتے ہیں۔

ماہ صیام کے برکات و فوائد سے بہرہ مند ہونے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان ہی سے اس کی تیاری شروع فرما دیتے تھے، ہمارے بزرگوں کے معمولات میں اس اسوۂ نبوی کی جھلک نظر آتی ہے کہ وہ ماہ رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہی اس کا ایک مقدس و معزز مہمان کی طرح شایان شان استقبال کرتے ہیں، عبادت، تلاوت اور ذکر الٰہی کے لئے اپنے کو ہر طرح مستعد کرتے ہیں اور اپنی تمام مشغولیتوں کو موقوف کر کے ان مبارک روز و شب کے لئے اپنا ایک ایک منٹ وقف کر دیتے ہیں۔ دین کی عظمت سے فارغ ذہن کو یہ حقیقت مبالغہ آمیز محسوس ہو کہ آج کے خدا فراموش اور مادیت میں ڈوبے ہوئے زمانہ میں بھی خدا کے ایسے محبوب بندے ہیں جو ماہ مبارک میں یومیہ پورا قرآن مجید ختم کرتے ہیں، اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ کے نیک و برگزیدہ بندوں کی روحانی و ایمانی روشنی گرد و پیش کے تاریک دلوں کو بھی منور کر دیتی اور وہ بھی بقدر ظرف و استعداد ذکر و عبادت کی حلاوت و لذت سے آشنا ہو جاتے ہیں۔

قرآن مجید کا مطلوب مؤمن وہ ہے جس کا اعلان و اظہار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوں فرمایا:۔ ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین (بلاشبہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت اللہ رب العالمین کے لئے ہے) اپنی زندگی کو اس ابراہیمی اعلان کے مطابق ڈھالنے میں ماہ صیام کے نورانی اور بابرکت روز و شب بڑے معاون ثابت ہوتے ہیں۔ کھانے پینے اور جائز و فطری خواہشات پر اللہ تعالیٰ کے حکم کتب علیکم الصیام کے تحت پابندی عائد کرنا، دن کو روزہ اور رات کو دیگر ایام کے مقابل زیادہ نمازیں، کثرت تلاوت، ذکر و دعاء یہ وہ اعمال ہیں جن سے ایک مسلمان میں قبول خیر کی استعداد پیدا ہوتی ہے، اُسی منصب و مقام تک رسائی کا شوق اور ولولہ پیدا ہوتا ہے جو اس کا اصل منصب و مقام ہے۔

ماہ صیام عبادت کا جشن عام، ذکر و تلاوت کی فصل بہار اور صبر و استقامت، غمخواری اور ہمدردی اور اخلاقی پاکیزگی کے حصول کا موثر ترین ذریعہ ہے، اس ماہ مبارک میں کی جانے والی عبادت و طاعت، صیام و قیام کو تقویٰ اور عفاف کی روح سے آراستہ کرنے کی حدیث میں خاص طور پر تاکید ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا، "کتنے روزہ دار ہیں جن کو ان کے روزہ سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ ہاتھ نہیں لگتا اور کتنے عبادت گذار ہیں جن کو اپنے قیام میں شب بیداری کے سوا کچھ نہیں ملتا"۔

ایک اور حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من صام رمضان ایمانًا واحتسابًا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔

ایمان و احتساب کی تشریح یوں کی گئی ہے" انسان تمام اعمال ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے انجام دے"۔

خدا کرے کہ اس ماہ مبارک کی برکت سے ہمارے ہر کار خیر میں ایمان و احتساب کی روح سرایت کر جائے اور ہم آخرت کی شرمساری سے بچ جائیں آمین۔

تہذیب و ثقافت کے دعویداروں کی بربریت

امریکہ دنیا کا متمدن ترین ملک ہے، بڑی طاقتوں میں سب سے بڑی طاقت کی حیثیت اسے حاصل ہے، یہاں کے باشندوں کی اوسط آمدنی دنیا کے تمام ممالک سے بہتر ہے، انسانی وسائل، قدرتی عطیات، معدنی ذخائر سے مالا مال یہ ملک تمام دنیا میں ساہوکار کی حیثیت رکھتا ہے، دنیا کے ترقی پذیر ممالک کاسۂ گدائی لئے ہوئے اس کی جبہ سائی کرتے ہیں، جس کی سائنسی اور صنعتی ترقی سے زمانہ مرعوب ہے، اس ملک کے مشہور شہر نیویارک میں چند گھنٹوں کے لئے بجلی فیل ہو گئی۔ اسّی لاکھ انسانوں سے آباد اس شہر کو جب تاریکی نے گھیر لیا تو تہذیب و ثقافت کے دعویدار اس ملک کا اصلی چہرہ بے نقاب ہوا۔ تاریکی میں ڈوبے ہوئے لفٹ اور زمین دوز ٹرینوں میں پھنسے ہوئے پریشان حال لوگوں کی ہر ممکن مدد کے لئے لپکنے والے انسانوں سے پہلے اس شہر پر لٹیروں نے ہلہ بول دیا۔ اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر وہ لوٹ مچائی کہ بھرے بازار ویران اور کروڑوں کی مالیت کی دکانیں برباد ہو گئیں۔ لوٹ اور آتش زنی کا یہ بہیمانہ عمل گھنٹوں جاری رہا، پولیس نے ۳ ہزار لٹیروں کو رنگے ہاتھوں پکڑا اور جو اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر فرار ہو گئے ہوں گے انکی تعداد بھی ہزاروں سے کیا کم ہو گی ——— یہ واقعہ مغربی تہذیب کی ظاہری چمک دمک اور اسکی خوشحالی اور ترقی سے مرعوب لوگوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے، ہندوستان جیسے غریب ملک میں جہاں کی نصف سے زائد آبادی نادست ہے اگر اس طرح کا کوئی واقعہ پیش آ جاتا تو یہ حیرت کی بات نہ تھی، لیکن نیویارک میں اس اخلاقی پستی کا نظارہ جہاں کے عوام کو مشرق جیسی بھوک اور افلاس کا سامنا نہ ہو انسانی اور اخلاقی اقدار کے لئے زبردست خطرہ کا الارم ہے ——— تسخیر کائنات کے عمل، ایٹم، ہائیڈروجن کے بعد نائٹروجن بم کی تیاریوں میں مشغول اس ملک کو یہ احساس کب ہو گا کہ وہ خود اور اسکی وجہ سے پوری دنیا اخلاقی زوال کا شکار ہو چکی ہے اور تباہی کے دہانے پر پہونچ چکی ہے، زندگی کی حقیقی لذت و راحت، امن و عافیت اور انسانی و اخلاقی اقدار کی پامالی پر یہ بےحسی دنیا کو کہاں لیجائے گی ؎

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

زندگی کی شب تاریک سحر کرنیوالے نظام کو دنیا میں برپا ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ بڑی طاقتیں بنتی ہیں، پاکستان میں چور کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کی سزا اسکو تہذیب و شرافت کے یہ ٹھیکیدار چیخ اٹھے کہ یہ وحشیانہ سزائیں بیسویں صدی میں مناسب نہیں۔ شاہ فیصل شہیدؒ سے انکے دورۂ امریکہ کے موقع پر جب یہ سوال کیا گیا کہ "آپ کے ملک میں بیسویں صدی میں چوری کی سزا قطع ید ہے، یہ تو بڑی وحشیانہ سزا ہے" فیصل مرحوم نے امریکہ اور سعودی عربیہ کے جرائم کے اعداد و شمار پیش کئے جنمیں کوئی تناسب نہیں تھا، یہ جواب ایسا تھا کہ سوال کرنیوالے

" آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے "

اسکے باوجود "ولکم فی القصاص حیوٰۃ یا اولی الالباب" کو غالب و کارفرما کرنیوالوں کو نا کام کرنے انہیں سیاست و حکومت سے بے دخل کرنے اور انکی تباہی کی سازشیں اور منصوبے بنانے میں پیش پیش ہی ممالک ہوتے ہیں جہاں چند گھنٹوں کی تاریکی میں انسانیت و شرافت کی دھجیاں نئی تہذیب کی شاہراہوں پر بکھر جاتی ہیں۔ مشرق اس گئی گذری حالت میں بھی اس پستی کا تصور نہیں کر سکتا جہاں مغرب میلوں کی منزلیں طے کر چکا ہے، یہ موقع ہے کہ مشرق اور خاص طور پر دین فطرت کے علمبردار آگے بڑھ کر شاخ نازک پہ آشیانہ بنانے والوں کو خودکشی سے بچنے کی تلقین کریں اور برملا کہیں کہ ؎

تمہاری تہذیب اپنے ہاتھوں سے آپ خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہوگا

تعلیم القرآن

مولانا محمد منظور... (مولانا شمس الحق ندوی؟)

حج

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ (آل عمران) اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا

ملک عرب میں ایک شہر ہے مکہ! یہ وہی شہر ہے جہاں ہمارے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوئے تھے، اس شہر میں ایک گھر کا نام کعبہ ہے، اس کو اللہ کا گھر کہتے ہیں، مکہ میں اور بھی برکت والی جگہیں ہیں مسلمان یہاں جاتے ہیں اور اللہ کے کچھ حکم پورے کرتے ہیں اسی کا نام حج ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس حج کے سفر کا سامان ہے اور مکہ تک وہ پہونچ بھی سکتا ہے، لیکن پھر بھی حج نہیں کرتا ہے، تو اس کو اختیار ہے کہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی بن کر۔ فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل اور کھوٹ کو صاف کر دیتی ہے۔

جس آدمی کے پاس اتنا مال ہو کہ حج کے سفر کے آنے جانے کا خرچ اور واپسی تک گھر کا ضروری خرچ نکل سکے، راستہ بھی ٹھیک ہو تو اس پر حج فرض ہے!

جہاد

وَجَاہِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِہَادِہٖ (حج ۱۰) اور محنت کرو، اللہ کے بارہ میں پوری محنت۔

جہاد محنت اور کوشش کرنے کو کہتے ہیں، اللہ کی راہ میں جو بھی محنت اور کوشش کی جائے وہ جہاد ہے، ہر آدمی اپنی طاقت کے موافق اللہ کی راہ میں جہاد کر سکتا ہے، مثال کے طور پر سمجھنا چاہیے کہ:۔

(۱) ہم اپنے دل پر جبر کر کے اللہ کے حکم پورے کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اللہ کے دین کو جاننے کے لئے محنت مشقت کرتے ہیں، سفر کرتے ہیں، راتوں کو جاگتے ہیں، یہ ہمارے تن کا جہاد ہوا۔

(۲) ہم اللہ کی خوشی حاصل کرنے کے لئے روپیہ خرچ کرتے ہیں، یتیموں، بیواؤں، مسکینوں، محتاجوں کی خبر لیتے ہیں، قومی اور مذہبی کاموں میں چندہ دیتے ہیں، یہ ہمارے مال کا جہاد ہوا۔

(۳) ہم اللہ کے حکم پر خود عمل کرنے کے ساتھ دوسروں کو بھی عمل کی طرف توجہ دلاتے ہیں نصیحت کرتے ہیں، زبان اور قلم سے اچھائی کا حکم کرتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، یہ ہمارے علم کا جہاد ہوا۔

(۴) موقع پڑ گیا تو اللہ کے نام پر دین کا بول بالا کرنے کے لئے ہم اپنی جان بھی دیدیتے ہیں یہ ہماری جان کا جہاد ہوا، اسی جہاد کو قتال بھی کہتے ہیں۔

انہی چیزوں کا نام جہاد ہے، ہر مسلمان کو اپنے امکان بھر اس اچھے کام میں حصہ لینا چاہیے ایک صحابی یمن سے چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوئے کہ کسی لڑائی کے جہاد میں شریک ہوں، آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے ماں باپ ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں، فرمایا کہ تم ان ہی کی خدمت میں جہاد کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد ایسی آسان چیز ہے کہ ماں باپ کی خدمت سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

حضورؐ نے فرمایا ہے کہ کسی ظالم قوت کے سامنے انصاف کی بات کہنا بڑا جہاد ہے، فرمایا، کہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے!

لڑائی کا جہاد

یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَۃً۔ (توبہ ۱۶) اے ایمان والو! لڑتے جاؤ اپنے نزدیک کے کافروں سے اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔

اس آیت میں مسلمانوں کو حکم ہے کہ کافروں سے لڑیں، یہ حکم ان کافروں کے مقابلہ پر ہے جو مسلمانوں سے جہاد میں لڑائی چھیڑیں، ان کو ان کے مذہب کے کام نہ کرنے دیں، ان کو ان کے گھروں سے نکالیں اور ان سے مسلمانوں کا کوئی عہد نہ ہو، اسی کو لڑائی کا جہاد کہتے ہیں۔

مسلمانوں کو اپنے اندر اتنی طاقت رکھنا چاہیے کہ بزدلوں کا رعب ان پر نہ پڑنے پائے اور وہ ان کی کسی قسم کی کمزوری نہ جانیں۔

اللہ کے دین کی حمایت میں لڑنے والا، اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنے والا، اللہ کے یہاں بڑے مرتبے رکھتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نے چاہا کہ دنیا چھوڑ کر کسی گوشہ میں بیٹھ جائیں اور اللہ کی عبادت کریں، جب حضورؐ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ گوشہ نشینی کا ارادہ چھوڑ دو ایک شخص کا اللہ کے راستہ میں جہاد اس سے بہتر ہے کہ کوئی اپنے گھر میں ستر برس تک عبادت کرے، کیا تم کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ خدا تم کو معاف کر دے اور جنت میں داخل کر دے، جو شخص اللہ کے لئے تھوڑی دیر بھی جہاد کر لیتا ہے، اس کو جنت ضرور ملتی ہے۔

تقویٰ

اِتَّقُوا اللّٰہَ۔ (حدید ۲۰) اللہ سے ڈرتے رہو۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ تقویٰ کس کو کہتے ہیں، آپ نے کہا کہ تم کبھی ایسے جنگل سے گذرے ہو جہاں ہر طرف کانٹے ہوں جواب دیا کہ ہاں! فرمایا کہ پھر وہاں کیسے چلتے ہو؟ کہا کہ اپنا دامن سمیٹ لیتے ہیں اور گذر جاتے ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بس تقویٰ کے یہی معنی ہیں کہ تم دنیا سے اس طرح گذر جاؤ کہ تمہارا دامن یہاں کے کانٹوں میں اُلجھنے نہ پائے!

اللہ کے یہاں اصل عزت تقویٰ کی ہے، قرآن پاک میں ہے کہ خدا کے نزدیک تم میں سے عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اعلان کر دیا تھا کہ عرب کو عجم پر اور کالے کو گورے پر کوئی برتری نہیں ہے برتر وہ ہے جس میں سب سے زیادہ تقویٰ ہے!

معلوم ہوا کہ اسلام میں شرافت اور بڑائی کی کسوٹی، دولت، عہدے اور شان و شوکت نہیں بلکہ اچھے اخلاق اور تقویٰ ہے۔

اخلاص

فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ (زمر ۱) تو اللہ کی اطاعت کر، خالص کرتے ہوئے اطاعت کو اسی کے لئے۔

جو بھی نیک کام کیا جائے وہ صرف اللہ کے حکم کی بجا آوری اور خوشنودی کے لئے، اسی کا نام اخلاص ہے، خدا کی اطاعت گذاری میں خدا کے سوا اور کسی چیز کو شریک نہ کیا جائے! وہ چیز خواہ پتھر اور مٹی کی مورت ہو یا آسمان و زمین کی کوئی مخلوق یا اپنے دل کی کوئی خواہش، جیسے شہرت نیک نامی وجاہت وغیرہ۔

جو کام اخلاص سے نہیں ہوتا ہے اللہ کے یہاں وہ کسی میں شمار نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے لوگو اپنے کام میں خلوص پیدا کرو، اللہ تعالیٰ وہی کام قبول کرتا ہے جو خلوص سے ہو۔

صحابہؓ کا ہر کام خلوص سے ہوتا تھا، حضرت ولید غزوہ بدر میں گرفتار ہوئے اور فدیہ دے کر رہائی پائی، فدیہ ادا کرنے کے بعد مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ تک پہونچکر واپس ہوئے، اور اسلام لائے۔ ان کے بھائی خالد نے کہا کہ اگر اسلام ہی لانا تھا، تو فدیہ دینے سے پہلے ہی اسلام لاتے کہ یہ رقم بچ جاتی۔ بولے، میں اس لئے فدیہ دینے کے بعد اسلام لایا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ فدیہ سے بچنے کے لئے اسلام قبول کیا ہے۔

صبر

فَاصْبِرْ (روم ۶) صبر کرو

صبر دل کی مضبوطی، اخلاقی ہمت اور کسی کام پر جم جانے کا نام ہے! اسی مطلب کو قرآن میں کئی طریقوں سے بیان کیا گیا ہے کہ ان سب سے صبر کی حقیقت یہی معلوم ہوتی ہے کہ:۔

(۱) ہر طرح کا دکھ درد اٹھاؤ لیکن اپنے مقصد پر ڈٹے رہو۔

(۲) مصیبت اور مشکل کے وقت پریشان نہ ہو بلکہ خدا کا حکم اور مصلحت سمجھ کر خوشی سے اسکو برداشت کرو

(۳) تمہارے کام میں جو مشکلیں اور خطرے پیش آئیں اُن کو خاطر میں نہ لاؤ۔ اور ان سے [illegible]

(۴) تمہارے ساتھ جو بُرائی کرے اس کو معاف کرو اور صبر کرو۔

(۵) دشمن کے مقابلہ کے وقت مردانہ وار پیر جمائے رہو۔

رمضان کا مہینہ آپ کو پیغام دے رہا ہے

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

لیجیے پورے ایک سال کے بعد مجھے آپ حضرات کی زیارت پھر نصیب ہو رہی ہے، آپ کے لیے رمضان کا پیغام لے کر آیا ہوں، وہ پیغام ہے تقویٰ کا اور صبر کا، رحمت کا اور مغفرت کا، تلاوت کا، عبادت کا اور رضائے الٰہی کا۔ میں ایک ماہ تک آپ حضرات کی مہمانی میں رہوں گا اور دیکھوں گا کہ آپ کے روزے کیسے گزرتے ہیں، آپ کی عبادت و تلاوت کا کیا حال ہے، آپ کتنا وقت عبادت میں صرف کرتے اور اپنے مالک کی یاد میں گزارتے ہیں۔ پھر میں آپ سے اجازت لے کر رخصت ہوں گا اور دوسرا مہمان میری جگہ لے گا۔ عید کا مبارک چاند اور عید تو خود رمضان کا انعام ہے۔ اگر رمضان نہ ہوتا تو عید نہ آتی۔ اگر مشقت نہ ہوتی تو راحت کا بھی لطف نہ آتا، شب بیداری نہ ہوتی تو نیند کا بھی مزا نہ …

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سوائے روزہ کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، بندہ اپنی خواہشات اور اپنا کھانا پینا صرف میری خاطر چھوڑتا ہے اور فرمایا کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام "ریان" ہے، قیامت کے دن اس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے اور جب وہ داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند …

… کے منہ میں پانی آنے لگتا ہے اور ہونٹ اس کے مزے کے لیے بے قرار ہو جاتے ہیں۔ وہ کیا چیز ہے جو آپ کے اور ان لذیذ کھانوں کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور آپ کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے۔ پانی آپ کے سامنے موجود ہوتا ہے اور آپ اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا سکتے اور اپنی پیاس نہیں بجھا سکتے۔ خدا کا حکم ہی تو ہے جو آپ کو اس سے باز رکھتا ہے۔ اس سے اندازہ کیجیے کہ یہ اطاعت و قربانی کتنی بڑی ہے اور خدائیت کا کیسا مظہر ہے۔ میں نے اقتدار و جلال کے بہت سے نمونے دیکھے ہیں اور اطاعت و فرماں برداری کے بہت سے مناظر کا مشاہدہ کیا ہے، لیکن میں آپ سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے بہت سے ایسے آدمیوں کو دیکھا جو … جرائم سے دست کش ہو جاتے ہیں اور رات کو دوبارہ …

حکم ہی سے وہ روزہ رکھتا ہے اور حکم ہی سے افطار کرتا ہے، اپنی طرف سے کچھ اضافہ یا ترمیم کرنے کا حق اس کو حاصل نہیں ہے، اسی چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک لوگ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے اس وقت تک وہ خیر میں رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ عید و بقر عید میں روزہ رکھنا بہت برا گناہ بتایا گیا ہے، کیونکہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں، ان دنوں میں روزہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی تو نافرمانی کی گئی اور اپنے نفس کی فرماں برداری کی گئی۔

موجودہ دور میں لوگ کھانے پینے میں بہت اسراف سے کام لیتے ہیں، یہاں تک کہ کبھی کبھی اس پرخوری کی وجہ سے اپنے لئے ہلاکت کا سامان بھی کر لیتے ہیں، ان کے دل پتھر کے ہو جاتے ہیں اور ان کے احساسات …

روزہ اطاعت اور قربانی کا سبق دیتا ہے

روزہ بتاتا ہے کہ مسلمان حکم کا بندہ ہے جب اجازت ملی کھایا جب روکا گیا، منہ بند کر لیا۔

روزہ انسان کی خواہشات اور ذہنی بھوک پر کنٹرول کر کے اعتدال کی زندگی پیدا کرتا ہے

مکتوب امریکا

سالٹ لیک سٹی

۱۴ جون

عزیزی واضح سلمہ، و عزیزی محمد میاں سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے کہ بخیر ہوگے، ہمارا گذشتہ خط پہونچا ہوگا، ابھی تم لوگوں کے خطوط نہیں موصول ہوئے۔ البتہ بعض لوگوں کے خطوط آئے ہیں جن میں خاص طور پر مولانا معین اللہ صاحب کا نام معلوم ہوا لیکن یہ خطوط ہم لوگوں کے سفر میں ہونے کی وجہ سے ابھی ہاتھ نہیں آسکے ہیں، ٹیلی فون کے ذریعہ ان کا مضمون معلوم ہو گیا ہے، ان سے وہاں کی خیریت معلوم ہوئی، ابتدائے جون سے ماموں جی مدظلہ کا اس ملک میں دورہ شروع ہوا جو تا حال جاری ہے — … جون کو … نیویارک واپسی ہوگی، اس دورہ میں مشرقی امریکہ کے شہر بالٹی مور، فلاڈلفیا …

نیویارک ہے۔ … (MAN HATTON) …

یہ اپنے مصلین کو نبی کا درجہ دیتا ہے اور بیک وقت کئی کئی نبی اس کے یہاں رہتے ہیں، اس فرقہ کا مرکز اسی سالٹ لیک سٹی میں ہے۔ دنیا بھر میں اس کی تعداد ۳۰ لاکھ ہے، یہ اپنے عقائد اور مذہب کی دعوت مختلف جاذب طریقوں سے دیتا ہے اس کی عورتیں لباس و وضع قطع میں دوسرے عیسائیوں کے مقابلہ میں محتاط ہوتی ہیں، مرد بھی نسبتاً سنجیدہ لباس میں ہوتے ہیں شراب اور سگریٹ اس کے یہاں سخت ممنوع ہے یہاں کے مسلمانوں کو اس فرقہ کے لوگوں سے قریب ہونے کی طمع ہے کیونکہ یہ دوسرے عیسائیوں کے مقابلہ میں معتدل اور محتشم ہے، لیکن اندازہ یہ ہے کہ یہ خام خیالی ہے۔

امریکہ میں یونیورسٹیوں کی اتنی کثرت ہے کہ شمار مشکل ہے چھوٹے چھوٹے شہروں میں بھی تین تین چار چار یونیورسٹیاں اور بڑے شہروں میں تو ۲۰-۲۰ یونیورسٹیاں یہ سب عام طور پر بڑی بڑی ہیں اور ان میں دسیوں عالمی شہرت کی مالک ہیں، ان میں کوئی نہ کوئی شعبہ عالمی شہرت رکھتا ہے۔

اور باقی حالات سب اچھے ہیں، ہندوستان کی خبریں نہیں مل رہی ہیں اب تو نتائج خوب نکل آئے ہوں گے اور غالباً صوبوں کی حکومتیں بھی بن گئی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ بہتر کرے اور مسلمانوں کے لئے مفید بنائے۔ اور سب جاننے والوں کو سلام کہو۔

چھوٹے بھیا مدظلہ تو غالباً رائے بریلی میں ہوں گے، اگر لکھنؤ میں ہوں تو سلام عرض کر دو اور یہ خط دکھا دو، معلوم نہ ہو سکا کہ حیات خلیل مکمل ہوئی یا نہیں، ابھی تک کسی عزیز کا خط نہیں آیا، خدا کرے لکھنؤ، رائے بریلی میں سب خیریت سے ہوں، مولوی سعید صاحب سے سلام کہو موقع ملنے پر ان شاء اللہ ان کو علیحدہ سے خط لکھیں گے امید ہے کہ وہ بھی بخیر ہوں گے۔

والسلام
محمد رابع حسنی
مشیگن امریکہ

سالٹ لیک سٹی ۱۵ جون

برادر معظم و محترم مولانا معین اللہ صاحب ندوی زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔ الحمد للہ ہم لوگ بخیر ہیں، سفر کا ایک تسلسل ہے، کہیں ایک رات کہیں دو راتیں گذارتے اور شہر شہر گھومتے چلے آ رہے ہیں، اسی لئے آپ لوگوں کو خط لکھنے کا موقع بھی نہیں مل پاتا، کئی روز ہوئے ایک لکھا تھا، یاد نہیں کس شہر سے ڈالا تھا امید ہے کہ پہونچا ہوگا، ایک روز ٹیلی فون سے مطیع صاحب نے بتایا کہ آپ کا خط ہمارے نام ہے اس وقت ہم لوگ بوسٹن میں تھے، ماموں جی مدظلہ نے اپنے نام کا خط پڑھوا کر سنا دیر لگنے کے خیال سے ہم آپ کا خط اپنے نام نہ سن سکے، اب ان شاء اللہ ۲۰ جون کو نیویارک پہونچکر دیکھیں گے۔ یہ دورہ ایم۔ ایس۔ اے کے انتظام میں ہو رہا ہے۔ ہر جگہ ان کی شاخ ملتی ہے اور جلسہ و خطاب ہوتا ہے، عرب، ہندوستانی، پاکستانی ملتے ہیں، انگلستان کے مقابلہ میں یہاں ہند و پاک سے صرف پڑھے لکھے لوگ پہونچ پائے ہیں، معلوم ہوا کہ امریکہ کا کچھ قانون ایسا ہے کہ یہاں مزدور طبقہ مشکل ہی سے پہونچ پاتا ہے۔ ہند و پاک یا عرب کے جو لوگ ملتے ہیں یا تو پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہے ہیں، پورے ملک کا معیار اچھا اور معقول ہے سب ہمارے یہاں کے سکریٹری اور وزیر کے معیار کا مکان رکھتے ہیں، موٹر تو زندگی کے لئے از بس ضروری ہے یہ سب چیزیں یہاں قسطوں پر مل جاتی ہیں اور اس سے کم میں زندگی گذارنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ظاہری اور جسمانی راحت گویا لازم زندگی ہے، لیکن زندگی تنگ و دو اور دوڑ دھوپ کے ساتھ گذارنا ہوتی ہے تاکہ معیار برقرار رہے، ہند و پاک اور عرب کے لوگ ملازمت پیشہ ہیں رہائش پر نصف یا اس سے زیادہ یافت صرف ہو جاتی ہے، علاج تو غیر معمولی گراں ہے اور مزدوری کا معیار بلند ہے اسی لئے سب اپنے ہاتھ سے سارا کام کرتے ہیں، مشینی وسائل ساری زندگی پر حاوی ہیں ٹیلی فون اور کمپیوٹر کا ہر معاملہ پر عمل دخل ہے، جس شہر گئے ہند و پاک کے لوگ بہت خوش ہوئے، لحن و زبان کا تعلق بہر حال ایک قیمت رکھتا ہے ہر جگہ اخلاق سے پیش آئے اور ہم لوگ ہر جگہ جاتے بھی ایک یا دو روز کے لئے ہیں، زیادہ وقت کے لئے یہاں نہیں تھے، یہاں تمدن یورپ سے کچھ بڑھا ہوا معلوم ہوا، سڑکیں بکثرت کشادہ اور منظم طویل سڑکوں پر تو بیسیوں میل تک با آسانی عجلت سفر طے ہوتا ہے، یہاں کا نظام دیکھ کر یہ احساس ہوا کہ سعودی عرب کے لوگ اسی معیار کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں وہاں اسی کی نقل معلوم ہوئی۔

یہاں کی انگریزی کا لہجہ بہت ہی بگڑا ہے، اگر ہندوستانی پاکستانی نہ ہوتے تو کچھ بھی میں نہ آتا کہ ایرانی تورانی کیسے سمجھی جائے، ایک ہندوستانی جو برسہا برس سے ہیں کہنے لگے ابھی وقت تو ہم کو بھی سمجھنا دشوار معلوم ہوتا ہے، انگلستان کے مقابلہ میں یہاں کے لوگوں کے معاملہ اور اخلاق میں نرمی ہے غالباً انگریزوں میں سب سے زیادہ ہے۔

یکم جولائی کو ماموں جی کی آنکھ کے آپریشن کی تاریخ طے ہوئی ہے یہ فلاڈیلفیا میں ہے جو نیویارک سے ۱۰۰ میل ہے اللہ تعالیٰ بخیر و صحت کے ساتھ کرائے، اس کے بعد احتیاطاً تین چار ہفتہ ٹھہرنا ہوگا۔

اور سب جاننے والوں کو سلام کہئے، خاص طور پر مہتمم صاحب، مولانا عرفان صاحب، مولوی سعید صاحب، شفیق صاحب، مولانا برہان صاحب اور افتخار صاحب۔

والسلام
آپ کا محمد رابع حسنی

نیویارک ۲۰ جون

برادر معظم و محب محترم مولانا معین اللہ صاحب ندوی زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے کہ آپ مع تمام اہل تعلق و احباب کے بخیر ہوں گے ہم لوگ ۱۸ جون کو نیویارک پہونچے، یہاں پہونچکر آپ کا وہ گرامی نامہ دیکھا جو مطیع صاحب کی معرفت ہمارے نام آیا تھا، اس سے قبل بذریعہ ٹیلی فون ماموں جی مدظلہ کے نام کا خط سنا تھا اور پھر شکاگو کے پتہ پر پہونچنے والا ماموں جی مدظلہ کے نام خط پڑھا تھا، ماسٹر صاحب مدظلہ ابھی تک یہاں نہیں پہونچ پائے ہیں، سفر کے معاملات میں وہی دہلی میں رکاوٹیں چل رہی ہیں جو امید ہے کہ اب دور ہو جائے گی، چنانچہ ان کے ہمراہ آنے والے خطوط وغیرہ ابھی راہ ہی میں ہیں بلکہ شاید ہندوستان ہی سے نہیں نکلے ہیں۔ ہمارے خطوط اور عریضے امید ہے کہ آپ کی نظر سے گذرتے رہے ہوں گے یہاں پہونچ کر جو نظر آیا قدرے اس کو بیان کیا ہے، درمیان درمیان میں یہاں کے شہروں کے مابین سفر جاری رہے اور مشاہدات ہوتے رہے، سب ملا کر آٹھ نو ہزار میل کا سفر صرف اس ملک کے اندر ہو گیا ہوگا کیونکہ تنہا شرقی و غربی ساحل کے درمیان میں تین ہزار کا فاصلہ ہے، بڑا ہی وسیع ملک ہے، ہندوستان سے تین گنا بڑا اور آبادی میں ایک تہائی، پھر یہ کہ پورا ملک تقریباً شاداب اور زرخیز، چنانچہ دنیا کا سب سے زیادہ پیداوار اور مادی دولت رکھنے والا ملک ہے، مادی ترقی میں بھی سب سے آگے ہے، دولت اور فکر مندی ہو تو آگے ہونے میں کیا رکاوٹ ہو، مشین سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کو انسان کی ضرورت میں زیادہ سے زیادہ لگایا گیا ہے کثرت سے زندگی کے کام کمپیوٹر اور آٹومیٹک مشینوں سے انجام دئے جاتے ہیں، ٹیلی فون کے نظام کو زیادہ سے زیادہ سود مند بنایا گیا ہے تاجرانہ ذہنیت زندگی کے رگ و پے میں داخل ہے سب کچھ بس اور مادی فائدہ کے محور پر گردش کر رہا ہے، یہودیوں کا پورا تسلط ہے، انشورنس سے ساری زندگی گھری ہوئی ہے، معیار زندگی کو بہت بلند بنا دیا گیا ہے چنانچہ امیر و غریب سب کو معیار برقرار رکھنے پر مجبور رہنا پڑتا ہے۔ گھروں کے اثاثے و معیار کو دیکھئے تو ہر ایک نواب معلوم ہوتا ہے لیکن اس معیار کو قائم رکھنے کے لئے زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے اور کام کے پانچ دنوں میں روزانہ آٹھ گھنٹے کام کرنا ہوتا ہے اور میلوں میل کے فاصلے روزانہ طے کرنا ہوتے ہیں چنانچہ یہاں آدمی کام کے دنوں میں صبح سورج نکلنے سے شام سورج ڈوبنے تک گھر سے باہر رہتا ہے، گھر کی ضروریات عورتیں انجام دیتی ہیں یا پھر مرد کام سے شام کو واپسی آ کر، عام طور پر عورت و مرد دونوں کو کمانا پڑتا ہے۔

زندگی اوپر سے شاندار و خوش کن اندر سے بےچینی اور مضطرب، سوائے ان لوگوں کے جن پر خدا کا خصوصی فضل ہو اور وہ یہاں کے نظام کے بجائے اپنے دینی نظام پر چل سکتے ہوں — یہاں کی دولت پر اصل قبضہ یہودیوں کا ہے کہتے ہیں کہ یہاں کی ۸۰ فیصد دولت یہود کے ہاتھوں میں ہے بقیہ سفید عیسائیوں کے ہاتھوں میں، رہے مسلمان تو وہ عام طور پر ملازم پیشہ ہیں جتنا کماتے ہیں اتنا خرچ کرتے ہیں اور ان کو یہاں کا معیار برقرار رکھنا ہوتا ہے جو کہ ہمارے ہندوستان کے معیار سے کم از کم دس گنا بلند ہے، ڈالر یہاں ہمارے یہاں کے روپے کی حیثیت رکھتا ہے، آمد میں بھی اور خرچ میں بھی، اس لئے یہ ملازم پیشہ لوگ بھی دیکھنے میں سب امیر معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ کوئی بڑا کام نہیں کر سکتے، یہاں کے بھی دینی کام عموماً باہر کے چندوں کے محتاج ہیں حتیٰ کہ مسجدوں کی تعمیر کے لئے بھی باہر کے چندہ کی احتیاج ہوتی ہے، افسوس ہوتا ہے کہ معیار رہے اور مسجدیں تک نہ بنا سکیں، مگر معیار کی قربانی کون دے؟

دورے کے دوران یہاں کے بعض بعض دینی کاموں کی احتیاج دیکھ کر فکر و افسوس ہوا، کام کی بڑی شدید ضرورت ہے خطرہ ہے کہ یہاں رہنے والے مسلمان کم از کم اپنی نسلوں کے اسلام سے محروم نہ ہو جائیں اتنا کچھ ہوتا رہا ہے اور ٹیلی ویژن، تعلیم اور اردگرد کا تمدن روحانی و مذہبی قدروں کے لئے زہر بنا ہوا ہے، کام کرنے والے بہت کم اور جو ہیں وہ عموماً فقر و کم ہمتی کے شکار معلوم ہوتے ہیں، پھر بھی جذبہ رکھنے والے مسلمانوں سے ملک خالی نہیں ہے، تبلیغی جماعتیں بھی کام کر رہی ہیں اور جماعت اسلامی اور دیگر فکری تحریکیں بھی سرگرم عمل ہیں، ماموں جی مدظلہ کا دورہ بحمد اللہ بہت مفید ہوا، اگر صحت اور نظر بھی ہوتی تو اور بھی زیادہ اچھا دورہ ہوتا، ماموں جی مدظلہ کو مذکورہ بالا حالات دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا اور اپنی تقریروں میں انہوں نے ان باتوں کی طرف برابر توجہ دلائی۔ ان کی تقریریں ہر جگہ ریکارڈ ہوئیں جو ان شاء اللہ ساتھ آئیں گی۔ سب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

والسلام آپ کا محمد رابع حسنی

"مادح و ذام نظر آتے ہیں یکساں دونوں"

سید عبد اللہ الحسنی ندوی

لکھنؤ کے دوران قیام میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی کی "مینہ عشق" میں کچھ مجلسیں ہوئیں جو پچھلے شماروں میں شائع ہوتی رہیں، مولانا کے حقائق و معارف لئے ہوئے بیانات پرکیف و جانفزا مجلسیں بھلائی نہیں جا سکتیں، مولانا کی مجلسوں کی مثال ایسے بحر ذخار سے دی جا سکتی ہے جس کے بیچ میں مولانا کھڑے ہوں اور اس میں غوطہ زنی کر کے قیمتی و بیش بہا موتی سمندر کے کنارے کھڑے لوگوں پر نچھاور کر رہے ہوں، یہاں مسئلہ قیمتی اور غیر قیمتی موتی کا نہیں یا کمی و زیادتی کا نہیں، یہاں مسئلہ ان لوگوں کا ہے جن پر ان کو نچھاور کیا جا رہا ہے کہ انہوں ان نادر موتیوں کی قدر و قیمت پہچانی یا نہیں اور کتنوں نے ان اپنے گلے کا ہار تیار کر کے اور آراستہ و پیراستہ ہو کر میدان حشر کے لئے تیار ہو گئے۔

پھر مولانا کا انداز بیان اور طرز خطاب ایسا موثر اور اچھوتا ہے کہ سخت سے سخت دل بھی یہاں موم ہو جاتا ہے، مولانا ایسے والہانہ انداز میں اشعار پڑھتے ہیں کہ ہر دل کو موہ لیتے ہیں جیسے مقناطیس لوہے کے ٹکڑوں کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔

اب آپ بھی مولانا کے معارف و حقائق سے لطف اندوز ہوئیے اور ان بیش قیمت موتیوں کو جمع کیجئے جو مولانا نے بڑی محنت و جد و جہد سے حاصل کئے ہیں، اور بہت ہی فیاضی و دریا دلی سے اور اسی محنت و کاوش سے آپ کو عطا کر رہے ہیں، جن میں حسن و لطافت بھی ہے، سوز و گداز بھی، تواضع و انکساری کا سامان بھی ہے اور اللہ تک پہونچنے کا راستہ بھی، اب دل کے کان کھول لیجئے اور غور و خوض سے ملاحظہ فرمایئے۔

فرمایا: ہر وقت اللہ سے پناہ مانگتا رہے اور دعا کرتا رہے، حضرت مولانا گنگوہی نے بیان فرمایا اور غالباً تذکرۃ الرشید میں یہ واقعہ ہے، ایک ڈاکو تھا، اس کے بہت سے ساتھی تھے جو جنگل میں رہا کرتا تھا جب کوئی قافلہ جنگل سے گذرتا اسکو لوٹ لیتا، مدتوں اس کا یہی معاملہ رہا، جب وہ ضعیف و کمزور ہو گیا تو اس نے سوچا کہ میں اب کسی قابل نہیں رہا تو کیا صورت اختیار کروں جس سے مجھے آرام ملے اور چین سے زندگی گذرے، اس نے کہا سب سے بہتر یہ ہے کہ صوفی و درویش بن کر بیٹھ جاؤں، جنگل میں وہ بیٹھ گیا اور تسبیح و نماز کرنے لگا، آنے جانے والے گذرتے رہے اور دیکھتے رہے پھر لوگوں پر اثر ہونے لگا اور کچھ لوگ اس کے معتقد ہو گئے اور وہ لوگوں کو اذکار بھی بتا دیا کرتا تھا، پھر ایسا وقت آیا کہ لوگ اس سے بیعت کی درخواست کرنے لگے، اس نے بیعت بھی کرنا شروع کر دی اس کے منتسبین و معتقدین کو عقیدت تھی کہ یہ بزرگ اور اللہ والا ہے اس لئے اللہ کے نام کی برکت اور شیخ کی عقیدت کی وجہ سے سب اللہ کے ولی ہو گئے اور مقام حضور تک پہونچ گئے، ایک دن

ان کے دل میں خیال آیا کہ شیخ کے مقام کو دیکھیں، سب مراقب ہوئے لیکن کچھ پتہ نہ چلا تو ان لوگوں نے دل میں سوچا کہ ہم اس قابل کہاں کہ شیخ کے مقام کو پہچان سکیں، ہم لاکھ واصل ہو جائیں اللہ تک پہونچ جائیں، تب بھی شیخ شیخ ہے، ایک دن ان لوگوں نے درخواست کی کہ حضرت ہم نے بہت کوشش کی کہ آپ کے مقام کا پتہ لگائیں کہ کتنی بلندی پر ہے، اس نے کہا بھائی سن لو ہمارا مقام کیا ہوتا ہم تو ڈاکو ہیں اور کچھ بھی نہیں، میں ڈاکہ ڈالا کرتا تھا اور اب بڑھاپے کی وجہ سے یہ پیشہ اختیار کر لیا۔ حضرت نے فرمایا یہ اس نماز کی برکت تھی کہ اس نے اقرار کر لیا ورنہ آجکل کوئی اقرار نہ کرتا۔

جتنے بھی مرید تھے سب نے گریہ و زاری کے ساتھ دعا کی اے اللہ جس کی بدولت تو نے ہم کو اپنا بنا لیا، اے اللہ اس کو بھی قبول کر لے، بس بحر رحمت کا دریا جوش میں آیا اور اس کو بھی وہ مرتبہ حاصل ہو گیا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ حسن عقیدت بہت بڑی چیز ہے اور بدظنی بہت بری چیز ہے ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ

میتا فکر حتمی ہو" اور پھر اولیائے کرام ساتھ بدظنی کتنی سنگین ہوگی جب کہ سوء ظنی کسی مومن کے ساتھ بھی جائز نہیں، امام غزالی نے لکھا ہے ایک بڑا ہٹا کٹا تندرست شخص کچھ مانگ رہا تھا اور سوال کر رہا تھا۔ ایک بزرگ تھے ان کے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ اس موٹے تازے شخص کے لئے ہاتھ پھیلانا جائز نہیں، اس نے مڑ کر دیکھا اور کہا کہ افسوس ہے کہ آپ ہماری غیبت کر رہے ہیں دل میں، آپ جانتے ہیں کہ میں تین دن تین رات کا بھوکا ہوں اس لئے سوال کر رہا ہوں، آدمی کو باہوش رہنے کی ضرورت ہے اللہ والوں نے دل کے سوال کو بھی ممنوع کیا ہے۔

فرمایا: ایک بزرگ بصرہ کے بازار گئے اور انہوں نے کچھ سامان خریدا، ایک شخص کو گھر تک سامان پہونچانے کو لے لیا، جب وہ وہاں پہونچے تو دیکھا کہ ان کا لڑکا کھانا کھا رہا ہے تو ان کے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ ہم کو بھی شریک کر لیتے تو وہ بزرگ جو بازار گئے تھے اور ان کو اپنے ساتھ لائے تھے، انہوں نے کہا آئیے، جواب دیا کہ میں شیخ تھے سمجھ گئے اور کہا اچھا جاؤ، جب کچھ دور چلا گیا اور کچھ وقت گذر گیا تو کسی کو آپ نے بھیجا کہ جا کے بلا لاؤ کہ حضرت بلا رہے ہیں، وہ آ گیا، انہوں نے کہا اب بھی کھا لو

کہا: بہت اچھا، تم اسی وجہ سے گئے تھے کہ دل میں وسوسہ گذرا تھا اور اب تو کوئی وجہ نہیں اور کوئی وسوسہ بھی نہیں۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا، ایک بزرگ تھے ان کے یہاں فاقہ ہو گیا، حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ فاقہ کی رات معراج کی رات ہے، ان کا ایک مرید تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے فراست عطا فرمائی تھی اس نے چہرے سے پہچان لیا کہ فاقہ ہے، اس نے کہا حضرت آپ کے یہاں فاقہ ہے اور اس نے اجازت مانگی اور گھر پہونچ کر بیوی کو کچھ پکانے کا حکم دیا، کھانا تیار کر کے سر پر رکھ کر حاضر ہوا، فرمایا کہ میں قبول نہ کروں گا، اس نے کہا حضرت حلال روزی کا ہے اور اخلاص کے ساتھ لایا ہوں، آپ نے فرمایا سب سہی لیکن جب تم گئے تھے تو اسی وقت میرے دل میں خطرہ گذر چکا تھا کہ تم کو میرا حال معلوم ہو گیا ہے کیونکہ یہ دل کا سوال ہے اس لئے میں قبول نہ کروں گا۔ اس زمانہ کے لوگ ہوتے تو جھک جھک کرتے نہیں حضرت ضرور، وہ لوٹ گیا لوٹ جانے کے بعد پھر واپس آیا کہا اب تو قبول کیجئے اس لئے کہ جب میں چلا گیا تھا تو آپ کے دل سے یہ بات نکل گئی ہوگی، آپ نے قبول کر لیا اور بہت خوش ہوئے پھر فرمایا جزاک اللہ، ہمارے بزرگوں کا یہ حال تھا کہ دل کے سوال کو بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔

فرمایا: ایک بزرگ مسجد میں نماز پڑھ کر چلے، ایک مرید دوڑے کہ جوتا اٹھا لیں، حضرت نے جوتا اٹھا لیا تاکہ وہ نہ لیں لیکن انہوں نے ہاتھ سے زبردستی چھین لیا تو فرمایا کہ کیا یہ ادب ہے، جو وہ کہیں اور چاہیں کی مرضی ہو وہ ہے ادب۔

فرمایا: طریقت سراسر عشق و ادب کا نام ہے، بے ادب بے نصیب، با ادب با نصیب، پھر ادب کی بھی قسمیں ہیں بڑوں کا ادب ہے، استاد کا ادب ہے، شیخ کا ادب ہے، اکابر کا ادب ہے اور قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ دروازہ سے آؤ پچھواڑے سے نہ آؤ، فأتوا البیوت من ابوابھا۔ اللہ کے یہاں جانے کا بھی دروازہ ہے وہ اسی کے آداب ہیں جو ان کی رعایت کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔

حضرت مولانا قاسم صاحب نے ایک کتا دیکھا، یہ ایک حال ہے۔ آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ یہ حاجی صاحب کے یہاں کا کتا معلوم ہوتا ہے۔

فرمایا: حضرت مولانا قاسم صاحب کتنے بڑے عالم تھے، مطبع میں ملازمت کی تصحیح کا کام کرتے تھے، بڑی بڑی تنخواہوں پر لوگ بلانے تھے زمانہ سات روپے کافی ہیں

منجملہ ان اعمال کے جن کو ادا کرنے کے باوجود حدود و شرائط کا لحاظ اس میں نہیں کرتے، ایک روزہ بھی ہے۔ جو لوگ روزہ رکھتے ہی نہیں وہ تو اس لئے کہ اپنے نفس اور جہالت کے سبب اس کی اہمیت اور فضیلت سے ہی ناواقف ہیں۔ مگر جو لوگ کہ روزہ رکھتے ہیں، ان میں بھی بہت سے ایسے ہیں جن کے متعلق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کم من صائم لیس لہ من صیامہ الا الظماء والجوع یعنی بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کے ہاتھ اپنے روزہ سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ نہیں لگتا بہت برا حال ہے اور خسران عظیم ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث آئی ہے کہ من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ یعنی روزہ رکھ کر جو شخص قول زور اور عمل زور کو نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے صرف کھانے اور پانی کو چھوڑ دینے کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ کھانے پینے سے وہ منزہ ہے۔ لہٰذا اس کے ترک سے یہ تو ہے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کچھ فائدہ یا اس کی حاجت روائی ہوتی ہو اس لئے اس پر نظر قبول نہیں کیونکہ جو چیز مقصود سے خالی ہے وہ لغو ہی ہے۔

صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں کہ قول زور سے مراد قول باطل ہے۔ یعنی جس کے ارتکاب میں گناہ ہو۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی ایک تقریر

روزہ کیا ہے

اب خواہ وہ کذب بیانی ہو یا کفر کا قول ہو یا شہادت زور ہو یا افترا، بہتان ہو یا غیبت و شکایت ہو۔ یا قذف یعنی تہمت زنا ہو یا سب و شتم اور لعن طعن ہو۔ یہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں اور عمل بالزور سے مراد خواہش اعمال ہیں اور ان کو زور اس لئے کہا کہ ان میں بھی گناہ ہوتا ہے جس طرح کہ زور اور کذب میں ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ زور اگرچہ اصالۃً قول کی صفت ہے مگر چونکہ جارحہ لسان کا یہ عمل بھی ہے اس لئے بطور عطف تفسیری کے قول زور کی شرح والعمل بہ سے فرمادی۔

اس حدیث میں تو قول زور ہی کا تذکرہ ہے لیکن ایک دوسری حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ خمس خصال یفطرن الصائم وینقضن الوضوء الکذب والغیبۃ والنمیمۃ والنظر بشھوۃ والیمین الکاذبۃ (جامع صغیر ص ۲۹۳) یعنی پانچ چیزیں ایسی ہیں جو روزہ اور وضو دونوں کے لئے ناقض ہیں۔ وہ یہ ہیں جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، بدنظری، اور جھوٹی قسم کھانا۔

پھر ان معاصی میں سے بعض سخت ہیں۔ چنانچہ غیبت کے متعلق خاص کر جب کہ روزہ میں کی جائے حدیث شریف میں یہ الفاظ آئے ہیں [illegible] یا کل من لحوم الناس رواہ ابن ابی شیبۃ واسحٰق بن راھویہ وزاد اذا اغتاب الرجل افطر (فتح القدیر بحوالہ حاشیہ ھدایہ ص ۲۰۶) یعنی جو شخص لوگوں کی دن بھر غیبت کیا کرتا ہے اس نے اپنا روزہ توڑ دیا اور افطار کر دیا اس شخص نے جس نے غیبت کی۔ اسی طرح سے ہدایہ کے حاشیہ پر محشی نے ایک اور حدیث اسی مضمون کی نقل کی ہے۔

عن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی رجلین یحتجم احدھما الآخر فاغتاب احدھما ولم ینکر الآخر فقال افطر الحاجم والمحجوم قال عبد اللہ ای ابن مسعود لا للحجامۃ ولکن للغیبۃ (ہدایہ ص ۲۰۶)

یعنی عبد اللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں کے پاس سے گزرے کہ ان میں سے ایک دوسرے کے پچھنے لگا رہا تھا۔ ان میں سے ایک نے کسی کی غیبت کی اس پر دوسرے شخص نے نکیر نہیں کی۔ اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ حاجم اور محجوم دونوں نے اپنے روزہ کو افطار کر دیا۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ (راوی حدیث) فرماتے ہیں کہ افطار حجامت کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ غیبت کی وجہ سے۔

دیکھئے اس حدیث سے روزہ دار کے لئے غیبت سننے کی کیسی شامت معلوم ہوتی ہے کہ روزہ ہی جاتا رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ عبد اللہ ابن مسعودؓ نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا۔ کیونکہ ایک حکم دینی کو وہ اپنی رائے سے نہیں بیان کر سکتے تھے۔

افطر الحاجم والمحجوم کا یہ مطلب جمہور کے خلاف ہے کیونکہ مشہور تاویل اس حدیث کی یہ ہے کہ قریب ہے کہ افطار ہو جائے کیونکہ وہ سینگی کے ذریعہ خون چوستا ہے جس میں احتمال ہے کہ اس کا کچھ حصہ اس کے حلق میں نہ چلا جائے۔ اسی طرح سے محجوم کا روزہ بھی افطار ہونے کے قریب ہو جاتا ہے کیونکہ عجب نہیں کہ خون زیادہ نکل جانے کے سبب اس کو ایسا ضعف لاحق ہو جائے جس کے ازالہ کے لئے اسے کوئی دوا استعمال کرنی پڑ جائے۔

چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث افطر الحاجم والمحجوم نقل کرنے کے بعد صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں تاولہ بعض من رخص فی الحجامۃ ای تعرضا للافطار المحجوم للضعف والحاجم لانہ لا یامن من ان یصل شیء الی جوفہ بمص الملازم یعنی حدیث افطر الحاجم والمحجوم کی توجیہ ان علماء کے نزدیک جن کے یہاں روزہ میں حجامت کی اجازت ہے یہ ہے کہ دونوں قریب بہ افطار ہو گئے۔ محجوم تو اپنے ضعف کے سبب اور حاجم اس سے کہ شاید سینگی چوسنے کے سبب کوئی چیز اس کے حلق سے نیچے چلی جائے۔

بہرحال ان سب احادیث کا ظاہر تو یہی ہے کہ صوم میں اور ان معاصی میں منافات ہے یعنی روزہ کے ساتھ یہ سب جمع نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ صاحب مرقاۃ نے اس شخص کے روزہ کی عدم قبولیت کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ کھانا پینا یہ دونوں چیزیں فی الجملہ مباح ہیں پس انھیں ترک کر کے ایسی چیز کا ارتکاب کرکے جو اپنی اصل اور ذات سے حرام ہے یہ شخص غضب الٰہی کا مستحق ہوا اور لائق ہے اس کے کہ اس کی طاعت اس کے منہ پر ماردی جائے کیونکہ روزہ دار سے مطلوب مطلقاً معاصی کا ترک تھا نہ یہ کہ بعض کو چھوڑے اور بعض کو کرے۔

یہی حدیث ماخذ ہے ان لوگوں کا جو یہ کہتے ہیں کہ بعض گناہوں سے تو روزہ صحیح نہیں ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ صحیح ہے اس لئے کہ صحت میں اور قبول میں فرق ہے کیونکہ عدم قبول کے لئے عدم صحت ضروری نہیں بلکہ عدم صحت کے لئے عدم قبول لازم ہے یعنی یہ ضروری نہیں کہ جو چیز قبول نہ ہو وہ صحیح بھی نہ ہو۔ مگر یہ ضروری ہے کہ جو چیز صحیح نہ ہو تو وہ مقبول بھی نہ ہو۔

آگے صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں کہ قاضی فرماتے ہیں کہ مقصود صوم سے شہوت ہے اور یہ ہے کہ نفس امارہ نفس مطمئنہ بن جائے تو جب (ارتکاب معصیت کے سبب) صوم سے یہ بات نہ حاصل ہوئی تو اللہ تعالیٰ کو اس کے صوم کی کچھ پرواہ نہیں اور وہ اس کی طرف عنایت سے نہ دیکھیں گے اور کیوں کر نظر فرمائیں۔ درانحالیکہ اس شخص نے نہایت ہی نادانی اور حماقت کی بات کی ہے وہ یہ کہ جو چیزیں کہ غیر ایام صوم میں مباح تھیں یعنی کھانا پینا، وہ تو اس نے ترک کر دیا اور جو چیز کہ ہر زمانہ میں حرام تھی اس کا مرتکب ہوا۔

طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث میں دلیل ہے کہ کذب اور زور (ای فاحش) اور معدن مناہی ہیں بلکہ قرین شرک ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۔ یعنی تم لوگ اجتناب کرو بتوں کی گندگی سے اور بچتے رہو قول زور یعنی جھوٹ (افترا) سے۔

اور یہ معلوم ہی ہے کہ شرک اور زور یہ دونوں اخلاص کے منافی ہیں بالخصوص صوم کے تو بالکل ضد ہے۔ اسی لئے روزہ اپنی ضد کے پائے جانے کی وجہ سے ختم ہو جائے گا۔

آگے صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں کہ اسی معنی پر ایک اور حدیث وارد ہے جس کی حاکم نے تصریح فرمائی ہے وہ یہ کہ لیس الصیام من الاکل والشرب فقط انما الصیام من اللغو والرفث یعنی روزہ صرف کھانا اور پانی ہی چھوڑ دینے کا نام نہیں ہے بلکہ لغو و فحش امور اور بے حیائی اور بے شرمی کی باتوں کے چھوڑنے کا نام ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صاحب مرقاۃ نے حدیث شریف کی خوب ہی شرح فرمائی اور اس میں شک نہیں کہ اس مقام کا حق ادا کر دیا، اسی کی کچھ اور وضاحت کرنا چاہتا ہوں:۔

صوم کا ایک تو ظاہر ہوتا ہے اور ایک اس کا باطن ہے۔ ظاہر تو یہی ترک اکل و شرب ہے لیکن آپ سمجھ سکتے ہیں کہ روزہ صرف اس لئے رکھنے کا نام کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ ترک اکل و شرب بالذات انسان کے لئے محمود نہیں۔ اس لئے کہ یہ تو آدمی غصہ میں بھی کر لیتا ہے پس روزہ سے مقصود ترک اکل و شرب کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ یعنی محرمات شرعیہ سے بچنا اور حرام کا ارتکاب نہ کرنا یعنی کذب و غیبت وغیرہ سے بچنا، اسی کا نام تقویٰ ہے۔ یہی صوم کی حقیقت اور اس کا باطن ہے اور مشروعیت صوم سے یہی مقصود ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (یعنی اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیا گیا تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ غرض و غایت صوم کی حصول تقویٰ ہے یعنی انسان کی شہوت کا کسر ہو کر نفس امارہ مطمئنہ بن جائے اور اس کے اندر ملکات حسنہ صالحہ اور فضائل حمیدہ پیدا ہو جائیں۔ اگر یہ چیزیں حاصل نہ ہوں اور صرف بھوک پیاس ہو اور نام ہو روزہ کا، یہ تو ایک لغو سی بات ہے۔ ایسے روزہ کی اللہ کے یہاں کوئی قدر و منزلت نہیں اور ایسے روزہ پر فقیہ چاہے صحت کا حکم لگا دے اور شرعی فتویٰ کی رو سے چاہے اس کو صحیح قرار دے دیا جاوے مگر اللہ اور رسول کے نزدیک یہ روزہ مقبول نہیں ہے کہ اللہ اور رسول نے ایسا روزہ مشروع ہی نہیں فرمایا جس سے تقویٰ نہ ہو۔

بقیہ صفحہ ۲ رمضان کا مہینہ...

روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ غیبت، جھوٹ، چغل خوری، الزام تراشی، فساد اور تمام بری باتوں سے روکا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی روزہ سے ہو تو وہ بری بات کہے اور نہ جھگڑے اور کوئی اس کو گالی دے یا اس سے لڑنے پر آمادہ ہو تو اس سے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے جھوٹ اور بری باتوں اور اس پر عمل نہیں چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی بھی کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے۔

جو شخص ان شرائط و آداب کے ساتھ روزہ رکھے گا اور روزہ کی روح کو اپنے اندر پیدا کرے گا وہ اعلیٰ اخلاق، پاکیزگی نفس اور صحت و طہارت کا اعلیٰ نمونہ بن سکتا ہے۔

اپنی والدہ کو دیتا ہوں اور پانچ روپے میرے لئے کافی ہوتے ہیں۔ جب کوئی آپ کو مولانا کہتا تو متوجہ نہ ہوتے اور جب محمد قاسم کہتا تو فوراً متوجہ ہوتے۔ یہ بھی نہیں پسند کرتے تھے کہ کوئی مولانا کہے۔

ایک دفعہ رمضان کی تنخواہ لے چکے تھے عید کا دن آ گیا آپ کا جوتا بہت پھٹا ہوا تھا ایک صاحب نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں ایک جوتا پیش کروں، فرمایا کہ عادت نہیں، انہوں نے کہا کہ آپ مجھ سے قرض لے لیجئے اور جوتا خرید لیا جائے اور جب شوال کی تنخواہ ملے تو دے دیجئے گا۔ کان کھول کے سننے والی بات ہے۔ فرمایا کہ کوئی ضمانت دے سکتا ہے کہ شوال تک زندہ رہوں گا تو پیشگی تنخواہ کس وجہ سے لے لوں، ہم کو اسی حال میں رہنے دو۔

فرمایا: اللہ والوں پر بہتان لگائے جاتے ہیں، برا بھلا کہا جاتا ہے، تو کیا ہوتا ہے ان کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ایک پڑوسی تھا جو قریب ہی رہا کرتا تھا اور آپ کو بہت لعن طعن کرتا، برا بھلا کہتا اسی کو آپ ہدیہ بھیجا کرتے کبھی کھانے پینے کی چیز کبھی نقد کی شکل میں، ہوتے ہوتے اس نے برا بھلا کہنا چھوڑ دیا اور آنے جانے لگا اور مدح کرنے لگا۔ آپ نے ہدیہ دینا بند کر دیا، اس نے کہا حضرت عجیب بات ہے جب لعن طعن اور برا بھلا کہتا تھا تو آپ ہدیہ پیش کیا کرتے تھے اور جب میں آپ کی تعریف کرنے اور آنے جانے لگا تو آپ نے ہدیہ دینا بند کر دیا، آپ نے فرمایا، جب تم برا بھلا کہتے تھے تو تم اپنی نیکیاں مجھے دیتے تھے اور نیکیاں آخرت میں کام آئیں گی تو میں ان آخرت کی نیکیوں کے بدلے دنیا کی حقیر چیز دیتا تھا، جب تم نے نیکیاں دینا بند کر دیں تو میں نے ہدیہ دینا بند کر دیا۔

فرمایا: لازم ہے ایک عاشق کے لئے کہ اگر سارے لوگ کسی کو اچھا کہنے لگیں اور تعریف کرنے لگیں اور کوئی مخالف نہ ہو تو جان لے کہ وہ حق پر نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو بھی برا بھلا کہا گیا "کذلک ما اتی الذین من قبلھم الا قالوا ساحر او مجنون و اصبر علی ما یقولون واھجرھم ھجرا جمیلا۔

فرمایا: حضرت حاجی صاحب حضرت گنگوہی کے مرشد مکہ چلے گئے تھے اور سات برس کا عرصہ گزر گیا، حضرت حاجی صاحب نے لکھا کہ میاں رشید! اپنا حال لکھو۔ حضرت گنگوہی نے لکھا، اپنا حال یہ ہے کہ حضرت کی جدائی کو ۷ سال گزر چکے اور ۷ برس میں دو سو سے زائد لوگ مجھ سے حدیث کی سند لے کر گئے۔ اگر اللہ قبول فرمائے ——— اور لکھا کہ اب مدح و ذم کی پرواہ باقی نہیں رہی تو حضرت حاجی صاحب نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ آپ کو ولایت مبارک ہو، مدح و ذم کی پرواہ اس وقت نہ ہوگی جب صرف اللہ پر نظر ہو، جو شخص برا کہنے سے برا مانتا ہو اس پر حقیقت واضح نہیں ہوئی، حقیقت عیاں ہونے کے بعد اس کو برائی اسے زیادہ نفس برا معلوم ہوگا۔

مدح و ذم نظر آتے ہیں یکساں دونوں

فرمایا: ہم کو وہ شرف ملا ہے اور وہ بزرگی و کرامت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے کہ جسے حضور سرور عالم، امام الانبیاء، خاتم الانبیاء، خاتم الرسل ہیں اسی طرح ان کی امت بھی تمام امتوں سے بہتر و افضل ہے۔ فرمایا ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم خود اس سانچے میں ڈھلے نہیں، اسلام سے جو لوگوں کو متنفر ہے ہم دوسروں سے شکایت کیوں کرتے ہیں اپنے کو دیکھیں، ہم نے اپنے کو اسلام کے سانچے میں ڈھالا ہی نہیں۔

فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں اگر تم خیر امۃ میں داخل ہونا چاہتے ہو تو اس شرط کو ادا کرو، تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر، لیکن اس کا حق وہی ادا کر سکتا ہے جس کے اندر ایمان کامل ہو اور اس کی نظر صرف اللہ پر ہو تو نہ اس کو کمال حق بات کہنے سے روک سکتا ہے، اور نہ جاہ روک سکتی اور نہ کسی کا زور اس پر چل سکتا ہے۔

ہم خود درست ہوں، اپنی اصلاح کریں معروف میں عامل ہوں اور منکرات سے متنفر ہوں، آپ کر کے دیکھ لیجئے، میں قسم کھا کے کہہ سکتا ہوں کہ جس شخص کے اندر یہ چیزیں پیدا ہو جائیں دنیا اسکی طرف جھکتی ہے اور اگر دنیا یہ کرنے تو کیا سے کیا ہو جائے، ہم خود مجرم ہیں اپنی تعلیمات کو بھلا کر اپنے کو بگاڑ رکھا ہے، اسلام کی حقانیت عمل سے نمایاں ہوگی، اور لوگ دیکھیں گے کہ یہ مسلمان یہ بھی زبان بردار ہیں اللہ کے محبوب بتانے والے، پہلے کیا ہوتا تھا اگر مشرکین کو کوئی امانت رکھنی ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھواتے کیونکہ یہ جانتے تھے کہ مسلمان امانت میں خیانت نہیں جانتا، ھم لعھدھم وامانتھم راعون۔

فرمایا، مال کی بھی امانت ہے اور بات کی بھی امانت، مال کی امانت یہ ہے کہ جو کچھ بھی ہمارے پاس رکھوایا جائے یا تو اس سے اجازت لے لیں ورنہ وہ چیز اسی طرح واپس کرنا چاہئے، اسی طرح بات کی بھی امانت ہے اگر کسی نے ہم سے کوئی بات کہی تو ہم اس بات کو کسی سے کہیں نہیں اور اس کے راز کو فاش نہ کریں جس کی دو زبانیں ہوں ہمارے پاس آئے ہماری سی کہے اور دوسرے کے پاس جائے تو ان کی کہے، ہم اخلاق حمیدہ عاری و خالی ہیں اور رذائل میں مبتلا ہیں۔

آخری قسط

وہ بڑا مبارک دن تھا

از عبد الرشید ندوی (متعلم جامعہ امام محمد، ریاض)

ریاض پہونچنے کے بعد سب سے پہلے جس چیز نے متاثر کیا وہ عربوں کا اخلاق تھا عمادۃ شئون الطلاب سے لیکر وحدۃ القادسیۃ (ہاسٹل) تک ہر ایک نے حیاک اللہ اور بارک اللہ جیسے جملوں سے استقبال کیا۔ کتنوں ہی نے اپنے کمرہ آنے کی دعوت دی اور کتنوں نے ہی عذر و معذرت کرنے کے باوجود چائے اور لوازمات سے ضیافت کی۔

عمادۃ میں داخلہ اور رہائش کی تمام کارروائیاں مکمل ہونے کے بعد ہم لوگ کلیۃ اصول الدین پہونچے، دفتر میں ایک صاحب کو بیٹھا ہوا پایا وہ بڑے تپاک سے ملے اور ضرورت دریافت کی تو ہم لوگوں نے کہا ہم لوگ پہلی بار کلیۃ آئے ہیں کلاس میں بیٹھنا چاہتے ہیں تو وہ خود دوسری منزل سے اُتر کر آئے اور ہم لوگوں کو کلاس میں بٹھا گئے بعد میں معلوم ہوا کہ یہ کلیۃ اصول الدین کے پرنسپل عبد الکریم محمد الاسم تھے ہم لوگ دنگ رہ گئے اور شرمندہ ہوئے اور ان کے اخلاق کریمانہ سے بڑے متاثر ہوئے دیکھنے میں سیدھے سادے انسان معمولی سا لباس، نہ شان و شوکت، نہ بات کرنے میں کوئی غرور و تمکنت یہی حال جامعہ کے تمام لوگوں کا پایا جن کے پاس بھی گئے بڑے تپاک سے ملا اور جو ضرورت ہوئی فوراً پوری کر دی، عربوں کو دیکھ کر ان کے پاس بیٹھ کر اور ان سے گفتگو کرنے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ مال و دولت کی فراوانی نے انکو دینی شعار اور اسلامی تعلیمات سے غافل ضرور کر دیا ہے لیکن ان کے اندر کبر و غرور، تکبر و گھمنڈ کے جراثیم نہیں پیدا کر سکی ہے یہی وجہ کہ اب بھی ان کے یہاں پہلی جیسی تواضع انکساری ضیافت و مہمان نوازی کے اوصاف موجود ہیں، یہ بھی ایک بڑی خوبی ہے ورنہ دولت تو انسان کے اندر سب سے پہلے کبر و نخوت کے جراثیم پیدا کرتی ہے بعد میں دوسری خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ——— یہی تواضع و انکساری اور ضیافت و مہمان نوازی استاذ عبد الفتاح ابو غدہ کے یہاں بھی نظر آئی ندوہ میں ہم لوگ ان سے ملاقات کر چکے تھے اور حضرت مولانا کی زبانی بھی سن چکے تھے کہ انہوں نے فقہ حنفی پر بہت کام کیا ہے خصوصاً مولانا عبد الحی فرنگی محلی کی بہت سی نایاب کتابوں کو دوبارہ شائع کرایا اور ان کی متعدد کتابوں پر شروح و حواشی کا اضافہ کیا، حضرت مولانا نے ہم لوگوں کو ان سے خاص طور پر ملنے کی تاکید کی تھی، ہم لوگوں کی ملاقات ان کے گھر پر ہوئی سلام و دعا کے بعد حضرت مولانا کی خیریت دریافت کی اور ندوہ سے متعلق سوالات کرتے رہے ساتھ ہی مشروبات کا دور چلتا رہا۔ ہم لوگوں نے ان سے داخلہ کے سلسلہ میں مشورہ چاہا تو انہوں نے کلیۃ اصول الدین میں داخلہ کا مشورہ دیا اور یہ بھی بتایا کہ آئندہ سال انشاء اللہ میں بھی کلیۃ اصول الدین میں پڑھاؤں گا یہ سنکر ہم لوگوں کو بڑی خوشی و مسرت ہوئی کہ اسی طرح ان سے ہم لوگوں کا ربط و تعلق قائم رہ سکے گا اور ہم لوگوں کو ان سے مستفید ہونے کا موقع بھی ملے گا مختصر سی مجلس کے بعد ہم لوگ واپس چلے آئے اور اب ہم لوگوں کی منزل شیخ عبد العزیز بن باز کا مستقر تھا لیکن ان سے ملاقات نہ ہو سکی ایک روز جمعہ کو جامع کبیر میں بھائی سلیم الرحمن خان ندوی نے شیخ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ شیخ عبد العزیز بن باز ہیں آپ لوگ ان سے ملاقات کر لیں، ان کو دیکھ کر ہم لوگ دنگ رہ گئے بینائی سے محروم ایک آدمی کے سہارے چل رہے تھے، لباس بھی معمولی سا تھا جس سے انکی شخصیت کا اندازہ لگانا مشکل تھا ہم لوگ آگے بڑھے ان سے مصافحہ کیا لیکن کوئی بات نہیں ہو سکی جلد ہی انشاء اللہ ان سے پھر ملاقات کرنے کا ارادہ ہے، شیخ عالم اسلام میں دینی حیثیت سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں پہلے الجامعۃ الاسلامیۃ مدینہ منورہ کے وائس چانسلر تھے اب "ادارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد" کے رئیس ہیں ———

حسن عسکری طارق صاحب سے بہت اچھی ملاقات رہی انہوں نے بغیر کسی سابق تعارف کے صرف حضرت مولانا اور ندوہ سے تعلق کی بنا پر ہم لوگوں پر بڑی شفقت کی اور ہم لوگوں کی خاطر و تواضع میں بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی جس کے لئے ہم لوگ ان کے بہت ممنون ہیں۔ ایک روز بھائی سلیم الرحمن خان ندوی نے بتایا کہ ندوہ کے شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد اویس صاحب ندوی نگرامی مرحوم کے دونوں صاحبزادے جناب ڈاکٹر محمد یوسف صاحب ندوی اور جناب ڈاکٹر محمد ہارون صاحب مصر سے ریاض آگئے ہیں چنانچہ ایک روز ہم لوگ ان سے ملنے گئے، دونوں ہم لوگوں کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے دیر تک مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال ہوتا رہا اور ندوہ میں گزرے ہوئے ایام کی یاد تازہ کی جاتی رہی گھنٹہ پون گھنٹہ کی مجلس کے بعد ہم لوگ وہاں سے دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو گئے۔

آجکل جامعہ میں تعلیم بند ہو چکی ہے اور تمام طلباء امتحان کی تیاری میں مصروف ہیں، یہاں چونکہ ۷۵ فیصد حاضری لازمی ہے اور ہم لوگ تعلیم بند ہونے سے صرف ۱۵، ۲۰ یوم پہلے پہونچے تھے اسلئے ہم لوگوں کو امتحان میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ملی ہے اسلئے جلد ہی ہم لوگوں کا پروگرام ———

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

مولانا کہلانے سے قبل

نیم حکیم خطرۂ جان کے وزن پر نیم ملا خطرۂ ایمان کی کہاوت بھلا کس نے نہ سنی ہوگی۔ آج اسی طرح کے ایک بنے ہوئے اور نام کے مولانا کی داستانِ حیات کا ایک ٹکڑا چند منٹ میں خود اسی کی زبان سے سن لیجئے۔

اپنی آنکھ جس ماحول میں کھلی وہ اچھا خاصہ مذہبی تھا۔ گھرانا کھاتا پیتا ساتھ ہی پورا دیندار، یہ قصہ اٹھارویں صدی کے آخر کا ہے یا پوری گنتی سننا چاہتے ہوں تو ۱۸۹۲ء کا۔ عادتیں اپنی بھی قدرتاً مذہبی قسم کی پڑ گئیں۔ نماز روزہ کی پابندی قرآن کی پابندی قرآن مجید کی تلاوت، دینی کتابوں کا مطالعہ وغیرہ اور یہ سب بطور خشک معمول کے نہیں بلکہ عقائد میں پختگی اور جوش بھی ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کو دین کی تبلیغ، بلکہ ان سے مباحثہ و مناظرہ بھی، اسکولی زندگی میں اسلامیت کا یہی عالم رہا پڑھنے لکھنے کا شوق بھی گویا پیدائشی تھا۔ عنوانات مذہبی ہی پیش نظر رہے اور باتیں خود سے سوچنا تو خیر کیا اوروں کی لکھی ہوئی پڑھتا اور انھیں کو اپنے قلم سے دُہرا دیتا۔ اب کسی کو یقین آئے یا نہ آئے، واقعہ ہر حال یہ ہے کہ بڑی بھلی مضمون نگاری ۱۲ سال کے سن سے شروع ہوگئی تھی۔ ہائی اسکول پاس کر کے داخلہ کالج میں ہوا۔ اب ۱۹۰۸ء آگیا۔ اب مستقل رہنا لکھنؤ میں شروع ہوا جہاں کمی نہ کتابوں کی تھی اور نہ انگریزی قسم کے کتب خانوں کی۔ ادھر چسکا کتب بینی کا پڑا ہوا تھا جو کتاب بھی سامنے پڑ گئی، بس اسے کتاب کے کیڑے کی طرح چاٹ گیا۔ کوئی یہ بتانے والا تھا نہیں کہ کتاب ہے کس نوعیت اور کس پائے کی۔ اتفاق کی بات کہ شروع ہی میں سابقہ جس کتاب سے پڑا وہ ایک سخت ملحد قسم کے انگریز ڈاکٹر کی کتاب (Elements of Social Science) تھی۔

الحاد کا راز تو بہت دنوں بعد کھلا۔ ظالم نے پیرایۂ بیان تمام تر علمی یا بقول خود سائنٹفک اختیار کیا تھا۔ بظاہر مذہب سے نفیاً یا اثباتاً اسے کوئی تعلق ہی نہ تھا، لیکن حقیقتاً اس کی ہر تعلیم کی زد اگر مذہب ہی پر پڑتی تھی خصوصاً دینی اخلاق پر تو ۱۸ برس کے سن کی بساط ہی کیا۔ تاثر کے شباب کا زمانہ، جوں جوں مطالعہ آگے بڑھا طبیعت اثر قبول کرتی گئی۔ یہاں تک کہ چند سو صفحوں کی کتاب جب ختم کی ہے تو اندر ہی اندر چپکے ہی چپکے قلب میں ایمان کی نورانیت کی جگہ الحاد کی ظلمانیت لے چکی تھی۔ بنیاد یوں پڑی۔ تائیدی اسباب قدم قدم پر ملتے گئے۔ ایک لائبریری میں ایک کتاب اور نظر پڑی موضوع مذہب نہیں تاریخ اور ادب تھا دنیا کے مشاہیر کے ادب پارے اس میں درج تھے اور اسی سلسلہ میں قرآن مجید کے اقتباسات بھی۔ اسی کتاب میں پورے صفحہ پر تصویر نعوذ باللہ عرب مصنف قرآن کی یعنی ہمارے حضور اکرم صلعم کی درج تھی۔ اور یہ نہ پوچھئے کہ وہ کس درجہ زہر میں بجھی ہوئی تھی۔ جسم پر عبا سر پر عمامہ لیکن کمر میں ایک طرف پیش قبض دوسری طرف تلوار اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ شانے پر ترکش اور کمان! تیوروں پر بل پڑے ہوئے، اور چہرے سے خاکم بدہن تمام تر خشونت ٹپکتی ہوئی! تصویر کسی پیغمبر یا رحمت عالم پیمبر یا پیر کی تو خیر کیا ہوتی، کسی معمولی درجے کے شریف اور معمول انسان کی بھی ہرگز نہیں معلوم ہوتی تھی، معاذ اللہ ایک جلاد قسم کے ڈاکو کی معلوم ہوتی تھی نیچے تصویر کا تاریخی حوالہ بھی درج تھا، تصویر کے نقلی اور فرضی ہونے کی طرف ذہن تو اس وقت جا ہی نہ سکتا تھا۔ قدرۃً صاحب تصویر کی شخصیت سے متعلق انتہائی بدعقیدگی پیدا ہو کر رہی۔ انا للہ

جب بی۔ اے میں پہونچا تو فلسفہ اور نفسیات کی کتابوں کے پڑھنے کا چسکا تھا ایک نامور ڈاکٹر کی دو ضخیم کتابیں مثل فزیالوجی اور مینٹل پیتھولوجی کے نام سے مطالعہ میں بڑی عقیدت کے ساتھ آئیں ان میں بدبخت نے یہ کمال کیا تھا کہ مرض صرع (Epilepsy) کا بیان کرتے کرتے ایک دم سے (بیان) اس میں یہ لے آیا کہ انبیاء کی بعض مشہور ترین اور عظیم ترین ہستیاں بھی اس قسم کے دورہ مرض میں مبتلا رہی ہیں۔ چنانچہ آگے نزول وحی کے وقت کے آثار و علامات کا شمار آثار مرض میں کر ڈالا۔ اب فرمایئے کہ ایک سادہ دل مسلم نوجوان کے دل و دماغ پر پیہم حملے جب اسی قسم کے ہوں تو وہ بیچارہ اپنا ایمان کو کب تک سلامت رکھ سکتا تھا، نتیجہ قدرۃً وہی نکلا جو نکلنا تھا قلب میں الحاد اور ارتیاب پیوست ہوگیا۔ اور دماغ اپنے کو مسلم کہلانے کے بجائے "ریشنلسٹ" اور "ایگناسٹک" کہلانے میں فخر محسوس کرنے لگا۔ مل، اسپنسر، ہکسلے وغیرہ کی تصانیف کا کڑوے کریلے کو اور نیم چڑھا بنا گئیں۔

عام مولوی۔ ملا اور مشائخ ایسے مرض کا علاج قطعاً نہیں کر سکتے۔ ان کے علاج مفید ہونے کے بجائے الٹے مضر ہی ثابت ہوتے ہیں، یہ نشہ دو ایک دن نہیں کوئی آٹھ دس سال متواتر جاری رہا۔ اللہ کا فضل اتنا رہا کہ اس ساری مدت میں تعلق عقیدت حضرت اکبر الہ آبادی سے بھی قائم رہا۔ اور وہ حضرت کمال حکمت سے کھل کر نہیں لیکن چپکے ہی چپکے اپنے لطیفوں اور چٹکلوں کے ذریعہ سے دین کی تبلیغ برابر کرتے گئے اور اپنے کلام بلاغت نظام سے مادیت اور فرنگیت سے مرعوبیت دماغ سے ہٹاتے گئے۔ دوسری رہنما ہستی اسی زمانہ میں مولانا محمد علی جوہر ایڈیٹر کامریڈ کی ہوئی اس وقت تک وہ خود مولانا نہ تھے محض آکسن تھے لیکن ان کا جوش اسلامی اس وقت بھی بھلا تبلیغ کئے بغیر کب ماننے والا تھا۔ جب ملتے یا جب خط لکھتے اس نامسلم کو مسلمان بنانے کی کوشش میں برابر لگے رہتے۔ یہ دونوں بزرگ ضابطہ سے نہ مولانا تھے نہ مشائخ لیکن سننے کی بات صرف یہ ہے کہ ایک بھاگے ہوئے غلام کو اس کے مالک کی طرف پھیر کر لانے میں حد درجہ معین ہوتے رہے۔

ہوتے ہوتے ۱۹۱۹ء آگیا اور اپنی توجہ کی باگ پہلے بدھ مذہب اور پھر ہندو فلسفہ (خصوصاً تھیا سوفیکل اسکول) کی طرف مڑ گئی، مسز بسنٹ، آربندو گھوش، ڈاکٹر بھگوان داس، مہاراج تلک اور ایڈمنڈ ہومز، سال چھ مہینے کے مسلسل مطالعہ روحانیات نے مادیت و الحاد کا طلسم توڑ کر رکھ دیا اور صاف نظر آنے لگا کہ ایک زبردست علم روح اور روحانیت کا بھی ہے جس اسی زمانہ میں شبلیؒ کی سیرۃ النبی جلد اول شائع ہوئی جس نے پیغمبر اعظم کی پیغمبری نہ سہی تاہم مصلحانہ عظمت و برتری کا پوری طرح قائل کر دیا۔ اس دور میں اتنا بھی بہت غنیمت تھا اس کے معاً بعد خوش بختی سے رسائی مولانا روم کی بے مثل مثنوی تک ہوگئی اس کے کانپوری اڈیشن کے چھیوں ضخیم دفتروں کو اول سے آخر تک پڑھ ڈالا گو سمجھ میں بیشتر حصہ نہ آیا۔ پھر بھی اب کیا عرض کیا جائے کہ اس نے کیسی قلب ماہیت کر دی اور پڑھنے والے کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا اور دل ابھی مثنوی کے مزے لے ہی رہا تھا کہ مولوی محمد علی لاہوری کا انگریزی تفسیر ترجمۃ القرآن ۱۹۲۰ء میں نظر کے سامنے آگیا اور جو کچھ کسر از سرِ نو مسلمان ہونے میں باقی رہ گئی تھی وہ پوری ہوگئی۔ انگریزی ترجمہ کا اثر ہی انگریزی خوانوں پر کچھ اور ہوتا ہے۔

اس ساری سمع خراشی سے مقصود صرف یہ عرض کرنا تھا کہ جس طرح ضلالت کے اسباب بیشمار ہیں اور الحاد کیسے کیسے غیبی راستوں سے آتا رہتا ہے اسی طرح ہدایت کے راستے بھی بے شمار ہیں اور روشنی دکھانا ضابطے کے علماء اور مشائخ کے ساتھ مخصوص ہرگز نہیں۔ اپنے اس دور گمراہی میں میں علماء سے بھاگتا نہیں ان سے ملتا رہا ان کی کتابیں بھی پڑھتا رہا لیکن اثر ہمیشہ الٹا ہی پڑا اصلاحی اثر اگر پڑا تو انھیں لوگوں کا جن کے نام ابھی عرض ہو چکے ہیں۔

کاش یہ ایک چھوٹی سی بھی سی آپ بیتی دوسروں کے لئے سبق کا کام دے۔!!

خط وکتابت
کرتے وقت
حوالہ
نمبر خریداری
ضرور تحریر کریں

حیاتِ خلیل
یعنی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کی مفصل سوانح حیات
• خاندان اور وطن • علمی و سیاسی ماحول • مشہور شخصیتیں اور خانوادے • تعلیمی تدریسی اور تنظیمی سرگرمیاں • صفات و کمالات • علمی و دینی خدمات • تزکیۂ نفوس • ارشادات و ملفوظات • تصنیفات و تالیفات • معاصر علماء و مشائخ کی رائیں • خلفاء و مجازین کا تذکرہ اور مظاہر علوم کی مختصر تاریخ۔
حسب ایماء: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی
مرتبہ: محمد ثانی حسنی ندوی مظاہری مدیر "رضوان"
سائز ۱۸×۲۲، صفحات ۶۲۸، مجلد خوبصورت گردپوش قیمت /۲۰ روپیہ علاوہ محصول ڈاک
ضرورت مند حضرات فوراً لکھیں
ملنے کا پتہ: مکتبۂ اسلام، ۳۷ گوئن روڈ، لکھنؤ

محسنِ انسانیت نے فرمایا

عن انس وعن عبد اللّٰہ قالا قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الخلق عیال اللّٰہ فاحب الخلق الی اللّٰہ من احسن الی عیالہ۔

(حضرت انس اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے عیال نہیں لیکن اس سے بڑھ کر اس کے لئے اس کی مخلوق ہے، تو اس کی تمام مخلوق میں اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جس کی نظروں میں اسکی مخلوق سب سے پیاری ہو جیسا کہ والد کو سب سے پیارا وہ شخص معلوم ہوتا ہے جسکی نظروں میں اسکی اولاد سب سے پیاری ہو۔

شرح: عیسائیت یہ کہتی ہے کہ خدا اور ابن آدم کے درمیان جو رشتہ تھا وہ ابنیت کا رشتہ تھا۔ اسی لئے ان کا گمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں جگہ جگہ جب اپنے خدا کو پکارا ہے تو اے باپ! اے باپ! کہہ کر پکارا ہے، لیکن اسلام یہ کہتا ہے کہ خدائے قدوس اور ایک مخلوق میں رشتہ کیا، وہ اس تعبیر کو مجاز اور استعارے کے رنگ میں بھی ناقابل برداشت سمجھتا ہے یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ اچھا اگر اس کی مخلوق اس کو ڈھونڈھنا چاہے اور یاد کرنا چاہے تو پھر کس رشتے سے ڈھونڈھے اور یاد کرے، اسلام کہتا ہے کہ اس کا صرف ایک رشتہ محبت ہے اور یہ اس کی تمام مخلوق میں مشترک ہے اور لفظ اَب (باپ) کی بجائے رَبّ (پالنے والا) کا تصور پیش کرتا ہے، اسی لئے سورۂ الحمد میں اللہ کی صفات میں سے پہلی صفت رب العلمین کی ارشاد فرمائی گئی ہے یعنی اس کو اَب (باپ) کہنا غلط ہے وہ رَبّ ہے اور رَبّ بھی وہ جو رب العلمین ہے ورنہ یوں تو کسی درجہ کی ربوبیت ربوبیۃ حقیقیہ ہے اور اتنی وسیع ہے کہ اسکے احاطہ میں اس کی ساری مخلوق داخل ہے، اسی لئے اسلام کی تعلیم کردہ محبت میں ایک انسان ہی نہیں بلکہ اس کی تمام مخلوق داخل ہے، اسی لئے اسلام کی تعلیم کردہ محبت میں ایک انسان ہی نہیں بلکہ اس کی تمام مخلوق کو بھی حصہ رسد ملا ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے محبت کرنے کا ہی دوسرا نام ہے لیکن خدا کی محبت کی یہ راہ رسول کی محبت میں پھر رسول سے صحابہؓ کی محبت اور اسی طرح درجہ بدرجہ عام مومنین کی محبت میں پھر اس کی تمام مخلوقات کی محبت میں سے ہوکر گذرتی اس لئے خدا کی محبت تک رسائی کے لئے ان محبتوں کو عبور کرنا ناگزیر ہے جو ان محبتوں سے گذر جاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی محبت پا کر رہتا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کی صورتیں مختلف ہیں، ظاہر ہے جب کوئی عضو سڑ جاتا ہے تو اس کا کاٹ دینا ہی عین محبت ہے اور جیسا کہ کوئی درخت اگر بالکل خشک ہو جائے تو اس کو پانی دیئے چلے جانا کھلی حماقت ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اسلامی نظر میں خدا تعالیٰ صرف معبود ہی نہیں بلکہ محبوب بھی ہے اور محبوب بھی وہ کہ اس کی محبت میں فنا ہو کر اس کی پیدا کردہ ساری مخلوق بھی نظروں میں محبوب بن جائے اور وہ بھی صرف زبانی حد تک نہیں بلکہ اس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کا وہ سلوک کیا جائے جو اس کے دعویٰ محبت کے لئے شاہد صدق بن سکے۔

اسلام پر اعتراض کرنے والے تاریخ سے پوچھ کر دیکھیں کہ جب تک کوئی جماعت یا فرد خدا کی پیاری مخلوق کے لئے کانٹا بن کر نہ رہ گیا اسلام نے کبھی بھی اس کی طرف انگلی اٹھائی ہے۔؟

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ تعالیٰ یقول یوم القیمۃ یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی قال یارب کیف اعودک وانت رب العلمین قال اما علمت ان عبدی فلانا مرض فلم تعدہ اما علمت انک لو عدتہ لوجدتنی عندہ یا ابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی قال یارب کیف اطعمک وانت رب العلمین قال اما علمت انہ استطعمک عبدی فلان فلم تطعمہ اما علمت انک لو اطعمتہ لوجدت ذلک عندی یا ابن آدم استسقیتک فلم تسقنی قال یارب کیف اسقیک وانت رب العلمین قال استسقاک عبدی فلان فلم تسقہ اما انک لو سقیتہ وجدت ذلک عندی۔ (رواہ مسلم) مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۴

(حضرت ابوہریرہؓ سے ایک حدیث قدسی میں روایت ہے کہ قیامت میں خدائے قدوس اپنے ایک بندہ سے مخاطب ہو کر فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار پڑا اور تونے میری عیادت تک نہ کی۔ وہ عرض کرے گا اے رب العلمین تیری شان اس سے کہیں اعلیٰ وارفع ہے میں تیری عیادت کیا کرتا اور کیسے کرتا، ارشاد ہوگا کہ میرا ایک بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اس کی عیادت نہ کی، تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ اگر تو اسکی عیادت کرتا تو مجھ کو اس کے پاس پاتا (یہی میری عیادت کا مطلب ہے) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا مگر تو نے مجھ کو کھانا نہیں کھلایا، وہ عرض کرے گا میں تجھ کو بھلا کھانا کیسے کھلاتا اور تو تو خود تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ارشاد ہوگا کہ میرے فلاں بندہ نے تجھ سے کھانا مانگا تھا مگر تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا، تجھ کو اتنی خبر بھی نہیں کہ اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو اس کا نتیجہ آج میرے حضور میں خود دیکھ لیتا، اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے مجھ کو پانی نہیں پلایا، وہ عرض کریگا میں تجھ کو بھلا کیا پانی پلاتا تو تو خود رب العلمین ہے، ارشاد ہوگا میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے اس کو پانی نہیں دیا تھا۔ سن لے کہ اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو آج میرے یہاں اس کا بدلہ پا لیتا۔

شرح: ظاہر ہے کہ بیمار کے ساتھ محبت کرنا یہی ہے کہ اس کی بیمار پرسی کی جائے اور ایک بھوکے اور پیاسے کے ساتھ محبت کا ثبوت یہی ہے کہ اس کو کھانا کھلایا جائے اور پانی پلایا جائے، یہ تمام نسبتیں وہ ہیں جن سے خدائے قدوس کی ذات منزہ و مبرا ہے، لیکن آپ نے دیکھا کہ محبت کی یہ تمام نسبتیں کس طرح اس کے بندوں میں سے گذر کر کتنی شائستہ تعبیر کے ساتھ خود خدائے قدوس کی طرف منتقل ہوگئیں۔

تعبیر کی شائستگی یہ ہے کہ پہلے سوال کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ لوجدتنی عندہ یعنی تو یہ محسوس کرتا کہ میں اس بندہ کے پاس گویا خود موجود ہوں اور کھانا پینا اگرچہ مرض کی طرح ان عوارض میں سے ہے جس سے حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات پاک منزہ و مبرا ہے تاہم یہاں لوجدتنی عندہ کی بجائے لوجدت ذلک عندی فرمایا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تو اس کا ثواب آج میرے دربار میں دیکھ لیتا، اسی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مریض پر خدا تعالیٰ کی رحمت اس طرح برستی ہے گویا وہی اسی کا تیمار دار ہے اس لئے بیمار پرسی کے وقت بھی اس کا موجود ہونا کسی غلط فہمی کا باعث نہیں ہو سکتا لیکن جو کھانے اور پینے سے کہیں بالاتر ہو اس کی کھلانے اور پلانے کے وقت موجودگی کا بیان کرنا یہ خوبصورت تعبیر نہیں، گو یہ سب کچھ ایک پیرایۂ بیان سہی لیکن اس کے لئے بھی جو راہ کھلی وہ اس کی پیاری مخلوق کی محبتوں میں سے گذر کر ہی کھلی۔

اس حدیث قدسی میں خدائے قدوس نے اپنے بندہ کے ساتھ خطاب کا جو محبت آمیز لب ولہجہ اختیار فرمایا ہے اس کوشش کر اگر کوئی درحقیقت انسان ہو تو ندامت سے تا قیامت اس کا سر اٹھ نہ سکے، ایک ایک جملہ سے ایسی محبت ٹپک رہی ہے کہ کوئی بڑا شفیق مربی اپنے بندہ کے ساتھ انتہائی محبت کے انداز میں گویا اس کی کوتاہی پر گلہ و شکوہ کر رہا ہے۔ واللہ اعلیٰ واجل۔

سبحان اللہ ایک طرف اس غنی مطلق کا انداز خطاب کیا ہے اور دوسری طرف ہم سراپا محتاجوں کا حال زبوں کیا ہے۔ یعنی اس حسن سلوک کے لئے اپنے گھر سے باہر قدم نکالنا بھی ہماری بڑی کسر شان ہے۔ خالق مطلق کی برتری اور ایک محتاج مخلوق کی ابتری کا اس سے اندازہ فرما لیجئے۔

ڈیٹر و پبلشر مسئول سید محمد حسنی نے ... کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس ... سے چھپوا کر دفتر تعمیر حیات ندوہ لکھنؤ سے شائع کیا۔
اڈیٹر: اسحٰق جلیس ندوی
[illegible]